ماہنامہ

چاریارِ مصطفیٰ

راولپنڈی اسلام آباد

نومبر 2011ء

خلیفۂ اول ابوبکر صدیق

خلیفۂ ثانی عمر فاروق

خلیفۂ ثالث عثمان ذوالنورین

خلیفۂ رابع علی المرتضیٰ

جناں بنے گی محبانِ چار یار کی قبر
جو اپنے سینے میں یہ چار باغ لے کے چلے

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

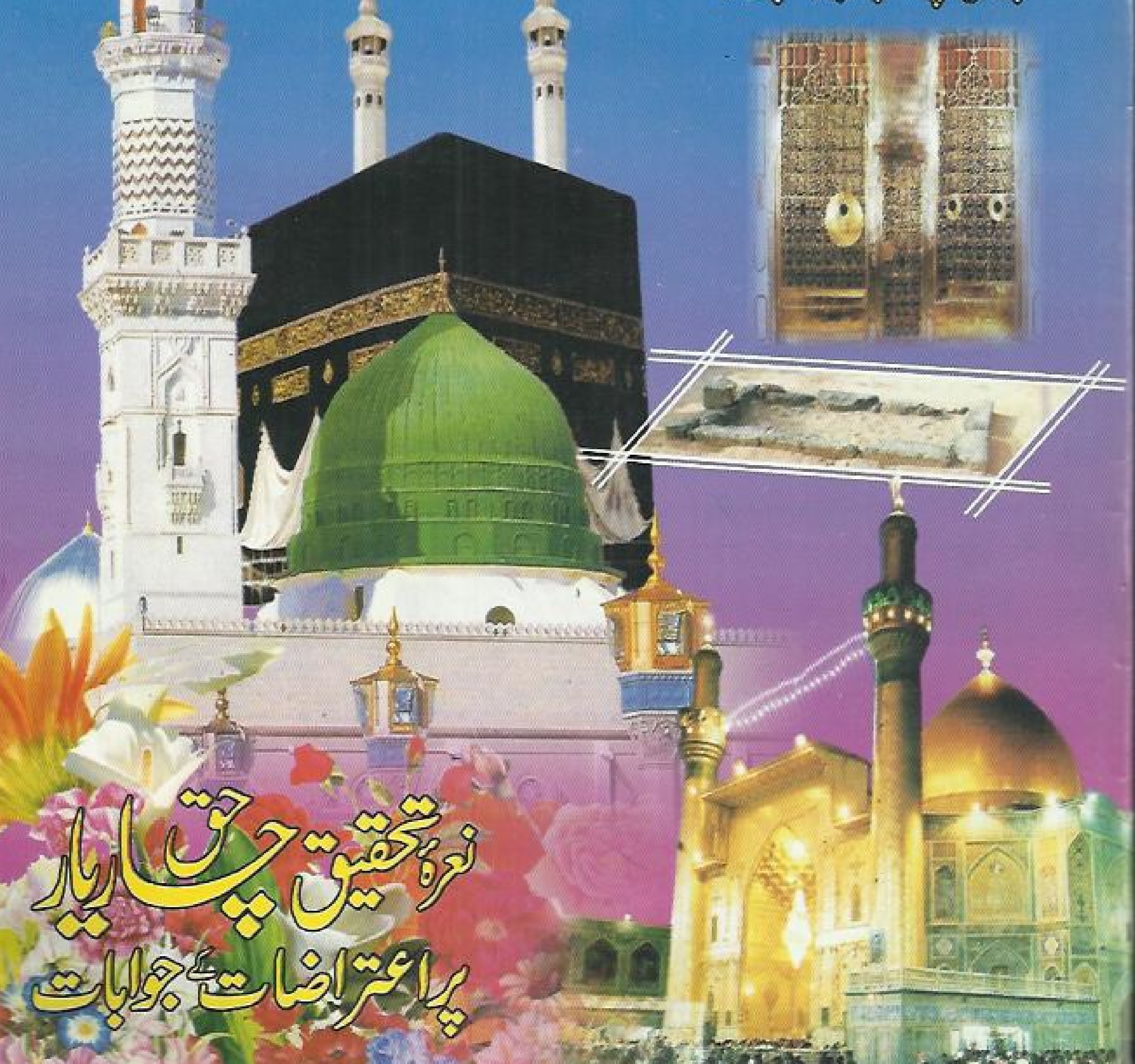

نعرۂ تحقیق حق چار یار

پر اعتراضات کے جوابات

مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان و بزم رضا پاکستان کے زیر اہتمام

یوم شہادت علامہ محمد عامر ندیم چشتی شہید مصطفیٰ

کی بلندی درجات اور ایصال ثواب کے سلسلہ میں

تحفظ مقام مصطفیٰ کانفرنس

26 نومبر 2011ء بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء

بمقام زیارت بابا حیدر شاہ نزد گورنمنٹ گرلز کالج خیابان سرسید سیکٹر A-4، راولپنڈی

خصوصی خطاب

حجۃ الاسلام علامہ

پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی

مرکزی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

علاوہ ازیں ملک پاکستان کے نامور اور جید علماء کرام خطاب فرمائیں گے

منجانب: غلام حسین عرفانی

سیکرٹری اطلاعات ونشریات مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

مجلہ چاریارِ مصطفیٰ

اسلام آباد راولپنڈی

سرپرست اعلیٰ

حجۃ الاسلام علامہ پیر

سید محمد عرفان مشہدی موسوی

ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

مدیر مسؤل: علامہ فدا حسین رضوی

مدیر: مولانا مفتی مختار علی رضوی

معاون مدیر: ترجمان فکر رضا علامہ کاشف اقبال مدنی

سرکولیشن منیجر: غلام حسین عرفانی

ناظم اشاعت: مولانا محمد شفیق قادری

انچارج شعروادب: علامہ سفیر احمد سفیر

انچارج آفس: ریحان طاہر عرفانی

مجلس مشاورت

پیر طریقت ڈاکٹر فضیل عیاض قاسمی .... موہڑہ شریف

جگر گوشہ شیخ القرآن سید ریاض الحسن .... چکوال

صاحبزادہ علامہ ظفر الحق .... بندیال شریف

فخر السادات سید عنایت الحق شاہ .... راولپنڈی

شیخ الحدیث مفتی محمد ایوب ہزاروی .... ہری پور

سردار سید ضیاء اللہ شاہ گیلانی .... خیر پور سندھ

شیخ الحدیث پیر سائیں غلام رسول قاسمی .... سرگودھا

علامہ مفتی محمد عابد جلالی .... لاہور

علامہ الطاف الرحمٰن چشتی .... اوکاڑہ

پیر سید رضا حسین اجمیری .... پاکپتن شریف

علامہ ذکاء اللہ رضوی .... گوجرانوالہ

مفتی طارق محمود نقشبندی .... گوجر خان

پروفیسر یعقوب رضوی .... ملتان

مولانا حافظ سعید احمد رضوی .... اٹک

ترسیل زر خط وکتابت مرکزی دفتر

متصل جامع مسجد جلالی

خیابان اقبال بخش کالونی پیرودھائی راولپنڈی

E-mail:
charyar.e.mustafa@gmail.com
www.charyar.e.mustafa.net
Mobile: 0333-5170513

نمائندگان برائے رابطہ ماہنامہ چاریارِ مصطفیٰ

	محترم سید حمید الدین شاہ مکتبہ ضیائیہ کمیٹی چوک راولپنڈی 0345-5808018	مولانا سیف الرحمٰن برہان شریف 0307-5106635	
مولانا محمد اویس ہزاروی حسن ابدال	جناب محمد ندیم اٹک 0321-5703215	قاری ضیاء المصطفیٰ مظفر آباد 0301-5152124	مولانا فیضان احمد جلالی مانسہرہ 0345-9562953
مولانا محمد بشارت عرفانی حویلیاں 0343-5563768	محترم حبیب الرحمٰن جہاری کس	شاہد نقشبندی ہری پور 0300-9885467	مفتی وقار احمد مدنی واہ کینٹ 0300-2479244
مولانا اشفاق جلالی فتح جنگ 0300-5039984	مولانا عبد القدیر قادری ایبٹ آباد	مفتی کامران مسعود واہ کینٹ	قاری محبوب عالم (منڈی سکھے کی) 0301-4303308
مولانا محمد بلال رضوی راولپنڈی 0300-9810746	قاری عاصم عرفانی پنڈی کیمپ 0303-5590218	مولانا محمد اسحاق نورانی اسلام آباد 0300-5529023	مولانا صاحبزادہ سید احسان الحق شاہ راولپنڈی
مولانا کبیر میر نقشبندی راولپنڈی 0300-5546948	قاری ساجد محمود عرفانی ہزاروی روات، مندرہ 0302-6959913	صاحبزادہ محمد شبیر سیفی گجرات 0301-6253668	عمران رضا رضوی کلر سیداں 0301-5504904
مولانا قاری حفیظ الرحمٰن گوجر خان	مولانا خلیل احمد رضوی گوجر خان	صاحبزادہ مولانا محمد اکبر لاہور	محترم اصغر عرفانی کھاریاں
مولانا محمد لقمان گجرات 0300-6235167	مولانا محمد سلیمان نوری گوجرانوالہ	محترم چوہدری محمد عاصم عرفانی میرپور	مولانا احمد رضا شیخوپورہ
مولانا مدثر حسین رضوی خوشاب	جناب طارق حسین سرگودھا 0301-6002250	سید اسرار حسین شاہ پاکپتن شریف	فقیر مفتی ابو السعید نور النبی شمسی ساہیوال
محترم سید شبیر احمد اوکاڑہ	مولانا کریم بخش تلہ گنگ 0335-5924070	محترم بلال حسن احمدال 0332-5398847	محترم مسرت ایاز عرفانی سوئی چمیاں گوجر خان 0300-5192231

مشمولات

حمد باری تعالیٰ و نعت رسول مقبول ﷺ	04
اداریہ	05
قربانی — فضائل و مسائل	08
زیارت روضہ رسول ﷺ	13
زیارت قبور — محمد کاشف اقبال مدنی	20
تحقیق حق چار یار پر اعتراضات کے جوابات	23
حضور اکرم ﷺ کا حسن اخلاق اور اشاعت اسلام — حکیم الطاف حسین قادری	34
خلیفہ سوم امام مظلوم مدینہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین	36
سید نور الحسن — حافظ محمد وسیم اکرم القادری	41
شہید اہل سنت علامہ محمد عامر ... شہید کی دینی و مسلکی خدمات — محمد شفیق قادری	44

حمد جل جلالہ

ذکر تیرا ہی تو ہر دم اے خدا کرتے رہیں
ہم پہ لازم ہے تری حمد وثناء کرتے رہیں

تو ہی خالق ہے ہمارا اور رازق بھی ہے تو
تیرے در پر ہی ہمیشہ ہم صدا کرتے رہیں

کچھ نہیں بنتا ہے یا رب تیری رحمت کے سوا
اس لئے تیرے کرم کی ہم دعا کرتے رہیں

ہاں وہی اک نام جو محبوب ہے تجھ کو بہت
ہم اسی اک نام پر یہ جان فدا کرتے رہیں

سرخرو ہم ہونگے تب ہی میرے مولا حشر میں
شامل حالات گر تیری رضا کرتے رہیں

تجھ کو ہے سجدہ روا تو ہی تو سب کا ہے خدا
تیری ہی بس بندگی صبح ومسا کرتے رہیں

ہوگیا اپنا غلامان محمد میں شمار
شکر رب ہم پر گھڑی اور جابجا کرتے رہیں

ہے تمنا روز محشر گر نبی کا ساتھ ہو
تو زباں پر ورد ہم صل علی کرتے رہیں

ہو کے سجدہ ریز ہم بھی اپنے خالق کے حضور
حامد اس کی نعمتوں کا حق ادا کرتے رہیں

نعت رسول مقبول ﷺ

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت
آب زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
زیرمیزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
دھوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بیتابوں کی
مثل پروانہ پھرا کرتے تھے جس شمع کے گرد
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
اولیں خانہ حق کی تو ضیائیں دیکھیں
زینت کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ
ایمن طور کا تھا رکن یمانی میں فروغ
مہر مادر کا مزہ دیتی ہے آغوش حطیم
عرض حاجت میں رہا کعبہ کفیل الحجاج
دھو چکا ظلمت دل بوسہ سنگ اسود
کر چکی رفعت کعبہ پہ نظر پروازیں
بے نیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت
جمعہ مکہ تھا عید اہل عبادت کے لئے
ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں
خوب مسعیٰ میں بامید صفا دوڑ لئے
دل خونا بہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

اداریہ

اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دبادینگے

لیبیا کے صدر معمر کرنل قذافی نے ۱۹۷۰ء کو اقتدار سنبھالا تو امریکہ سمیت اطالویوں کے اڈے اور جائیدادیں ختم کردی انگریزی زبان پر پابندی لگادی عربی زبان کو سرکاری زبان قرار دے دیا گیا۔ اسلام کے منافی قوانین کو تبدیل کیا، شراب نوشی، جوا، قحبہ خانے، نائٹ کلب سے ختم کردیئے عرب اتحاد کی بنیاد پر سیاسی پالیساں ترتیب دیں غیر ملکوں کے قبضے سے تمام زمین چھین کر غریب کسانوں میں بلامعاوضہ تقسیم کردیں ہر شخص کو تعلیم علاج اور رہائش کی سہولتیں حکومت کی طرف سے مفت فراہم کیں قذافی کا بیالیس سالہ ریکارڈ اقتدار خود مذکورہ بالاخواص انتظام کا منہ بولتا ثبوت ہے مگر امریکہ اور یورپی ممالک لیبیا کے تیل پر عرصے سے للچائی نظریں جمائے ہوئے تھے چنانچہ یورپ اور امریکہ کی آنکھ میں کھٹکنے والے اسلامی ملک لیبیا پر شب خون مارتے ہوئے ۱۶ مارچ ۲۰۱۱ء کو امریکہ فرعون اور اسکے اتحادی دیگر نیٹو ممالک کے بزدل قزاقوں نے اپنے مکروہ عزائم و مقاصد کی خاطر عراق، افغانستان میں بربریت کے بعد ایک بار پھر امن عالم اور انسانی حقوق کی پامالی کرتے ہوئے برائے راست آتش بازی کا تازہ سلسلہ شروع کیا اور آٹھ ماہ کی طویل سر بھٹول اور جانکاہ کاروائی میں کھربوں ڈالر اخراجات لاکھوں بے گناہ انسانی جانوں مردوں، عورتوں، شیر خوار بچوں کو اپنی رعونت و فرعونیت کی بھینٹ چڑھانے کے بعد بڑی مشکل سے اسلام کے ایک مجاہد کرنل قذافی کو ہلاک کر کے خون سے لتھڑی امن عالم کی چمپئن شب اور شخصی آزادی کا خواب ذلت میر سراب تعبیر رسوائے خونریز کیا۔

قذافی کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اسلامی حمیت و غیرت اور جرأت سے امریکہ کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرتا یہاں تک کہ اس نے اپنے وعدے کے مطابق جان قربان کردی مگر امریکہ کی خدائی کو ایک سانس بھی تسلیم نہ کیا ذرائع کا کہنا ہے کہ بے رحم یورپی درندے فوجیوں نے قذافی کی لاش کو گھسیٹا اور توہین تضحیک پر فتح کے شادیانے بجائے ان بھوکے بھیڑیوں اور پاگل کتوں کو معلوم نہیں کہ دنیا کے مکافات عمل ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان "تلك الايام نداولها بين الناس" (القرآن) کہ دن لوگوں میں گردش کرتے ہیں۔

جو کسی کے لیے گڑھا کھودتا ہے ایک دن آتا کہ وہ خود بھی اسی میں گرتا ہے پوری دنیا میں بارود کرہ بھڑکا کر دل دوزی اور انسان سوزی کی قیامت برپا کرنے والے خود کو منطقی انجام سے کیسے بچاسکتے ہیں امریکہ نے صومالیہ، ویت نام، عراق اور افغانستان سے سبق نہیں سیکھا اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے انشاء اللہ العزیز نیٹو ممالک اور ان کے سردار فرعون اعظم کی بے ھنگم بڑبونگیں۔ مسولینی، نپولین، ہٹلر اور سوشلسٹ کے مگرمچھ روس کی طرح پاش پاش ہو کر سپرد تحت الثریٰ ہو کر رہینگی امریکہ کی بے لگام دہشتگردی اور بے مہار آوارہ گردی کا عبرت ناک انجام دنیا دیکھے گی بارودوں سے اسلام کا چراغ بجھایا نہ جائے گا ارشاد الٰہی ہے قرآن مجید میں موجود ہے "يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم" (القرآن) کافر چاہتے ہیں کہ پھونکوں سے اللہ کے نور (چراغ اسلام) کو بجھادیں" والله متم نوره ولو كره الكفرون" (القرآن) اللہ اپنے نور پورا (غالب) کر کے چھوڑے گا اگرچہ کافروں کو برا لگے دوسرے مقام پر فرمایا "لا يضرهم كيدهم شيئا" (القرآن) کافروں کی سازشیں اور مکر (اسلام) کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتے کیونکہ اسلام دبنے کے لیے نہیں پنپنے کے لیے آیا ہے اس لیے ہمارا ایمان و عقیدہ ہے کہ "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد" خون شہداء شجر اسلام کی آبیاری کرتے ہوئے ضرور رنگ لاتا ہے اسلام دین غالب ہے لہٰذا اس کا سیرۂ بحر دنیا کے ہر خطے پر پھیل کر رہے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:" هو الذى ارسل رسوله بالهدىٰ و دين الحق ليظهره على الدين كله" (القرآن) اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے اپنے محبوب معظم ﷺ کو اس لیے بھیجا کہ وہ اس کے دین کو تمام ادیان عالم پر غالب کردیں۔

بربریت سے مٹنے والا یہ نشہ نہیں ہمارا — سو بار چکا ہے تو امتحاں ہمارا
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن — نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

ہڑتال کھلی گواہی ہے: محبت نہ تو زبردستی کی جاسکتی ہے نہ کرائی جاسکتی ہے جسے نصیب ہوجائے اسے اپنے محبوب کا نقص بھی وصف نظر آتا ہے کیونکہ

بھی محبت نقائص دیکھنے سے اندھی اور سننے سے بہری ہوتی ہے اس مسلمہ اصول کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ وجہ تخلیق کائنات، منبع حسن وصفات فخر موجودات، مبراء نقائص وعیوب، خالق ومخلوق کے محبوب اعظم ومطلوب اکرم جناب محمد مصطفیٰ شافع روز جزاء ﷺ کی شان رفعت میں کسی طرح کی تنقیص اہل محبت ایمان کیسے برداشت کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

"لا تجد قوما یؤمن باللہ والیوم الآخر یوآدون من حآداللہ ورسولہ ولو کانو آبآءھم اوابناءھم اواخوانھم اوعشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان"

اللہ قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے محبت نہیں کر سکتے اگرچہ ان کے والدین، اولاد، بھائی یا کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ایمان والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نقش کر دیا ہے۔

ملت اسلامیہ کے فخر وناز عزت مآب جناب غازی ممتاز قادری صاحب بھی یقیناً ان اہل ایمان میں سے ایک عظیم فرد فرید ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے مرتسم ومنقش ایمان کی سعادت سے بہرہ مند فرمایا غازی ممتاز حسین قادری صاحب کے مدارج شان وعظمت علامہ اقبال کی زبانی کچھ اس طرح ہیں۔

خاک ہو کر یہ مدارج تیری الفت میں
کہ فرشتوں نے لیا بہر تیمم مجھ کو

یکم اکتوبر ۲۰۱۱ء کو جب کورٹ نے ممتاز حسین قادری کی سزا کا غیر شرعی وغیر قانونی فیصلہ سنایا تو اسی وقت لوگ سربکف باہر نکل آئے راولپنڈی مری روڈ بلاک ہو گئی زبردست احتجاج ہوا۔ ممتاز قادری صاحب کی برأت ورہائی کے لیے ہر نوع سعی وتحریک کا آغاز کرتے ہوئے ۷ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو پورے ملک میں عام ہڑتال کا اعلان کیا گیا راقم الحروف اس سیاسی اغراج وعزائم سے بے نیاز خالص دینی وایمانی جذبہ کی عکاس کامیاب وممتاز تاریخی ہڑتال کے احوال ومناظر دیکھنے شرف حاصل ہوا کئی افراد کو یہ کہتا سنا کہ راولپنڈی کے سنگم فوارہ چوک کا کشمیری بازار کسی ملک گیر ہڑتال میں بھی کبھی بند نہیں ہوا مگر مجاہد ناموس رسالت ﷺ کی رہائی وبرأت کے لیے اس بازار کے غیور مسلمانوں نے بھی اس دفعہ مکمل یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے بازار بند رکھا راولپنڈی کے تمام گلی بازار میں ہر طرف اس نعرے کی گونج تھی ممتاز تیرے جانثار بے شمار بے شمار قومی اخبارات کی جلی سرخیاں تھیں کہ ملک کے ۵۰۰ علماء مشائخ نے فتویٰ دیا ہے کہ جناب غازی ممتاز قادری کی سزا قرآن وسنت کے منافی ہے کیونکہ قرآن پاک کا حکم ہے: "ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلو تقتیلا" (احزاب، آیت ۶۱) ایسے ملعون جہاں کہیں بھی پائے جائیں پکڑ لیے جائیں اور گن گن کے قتل کئے جائیں۔

لہٰذا ایک اسلامی ملک کے جج کو حق حاصل نہیں کہ وہ بانی اسلام رسول الانام ﷺ کے گستاخ کو پرائی (ترجیح) دے خواہ وہ کتنے ہی بڑے عہدے و منصب والا ہو۔ رسول کائنات ﷺ کی ناموس کے مقابل مداخلت فی القوس القانوں کی تاویلات وغیرہ قطعاً لائق التفات نہیں چیف جسٹس آف پاکستان جناب افتخار چوہدری صاحب سے کھلی اپیل ہے کہ ۷ اکتوبر ۲۰۱۱ء کی ملک گیر عام ہڑتال مزدور وتاجر سے لے کر ماہرین قانون وکلاء وعلماء اور محراب ومنبر کے آئمہ وخطباء تک عوام وخواص کی متفقہ کھلی گواہی کو جناب غازی ممتاز قادری صاحب کے حق میں قبول کرتے ہوئے سزا کا غیر شرعی وغیر قانونی فیصلہ کالعدم قرار دیا جائے اور باعزت رہائی عمل میں لائی جائے تاکہ کلیدی عہدوں پر فائز بے لگام وبے مرام یورپ زدہ حکمران طبقہ جنہوں نے ملکی واسلامی قانون سے خود کو ماوراء ہی نہیں بلکہ آئین پاکستان کو لونڈی سمجھ رکھا ہے کو آئندہ اسلامی قانون کو کالا کہنے کا فتنہ پرور سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے ورنہ سلیمان تاثیر کے سے انجام وقوع پذیر ہوتے رہیں گے اگر سلیمان تاثیر کو کوئی بھی ٹھکانے نہ لگاتا تو ملک وملت پر اللہ تعالیٰ کا عذاب یقینی تھا جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قل ان کان آباء کم وابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یأتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین"۔

(توبہ آیت ۲۴)

محبوب ﷺ فرما دیں کہ اگر تم کو اپنے والدین، اولاد بھائیوں بیویوں، رشتہ داروں، مال و دولت، کاروبار و تجارت جس کے نقصان کا تمہیں خطرہ رہتا ہے اور پسندیدہ مکانوں (میں سے کسی کے ساتھ) اللہ و رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبت ہے تو پھر عذاب کا انتظار کرو اکہ اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں عطا فرماتا۔

آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر دنیا کی کسی چیز کے ساتھ صرف محبت زیادہ رکھنے والے کو اگر مستحق عذاب ٹھہرایا گیا ہے تو پھر توہین و تنقیص کرنے والے یا اس پر خاموشی ورضا مندی اختیار کرنے والے کیسے اللہ جبار وقہار کے عذاب سے بچ سکتے ہیں آیت کریمہ سے ناموس مصطفیٰ ﷺ کی جس لطیف حساسیت کی واضح غمازی ہورہی ہے وہ اہل ضمیر اور سلیم الفطرت انسان سے ڈھکی چھپی نہیں یہی وجہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے عظیم بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کی سرکردگی میں اپنے وقت کے ۵۰۰ جید و مستند علماء کی مجلس شوریٰ مرتب رکھنے والی کسی بھی چیز کی توہین وتحقیر یا تخفیف شان کرے حتیٰ کہ نعل و جوتی مبارک کو جتری کہنے وہ کافر ہے توبہ کے باوجود قتل کیا جائے گا۔

لہٰذا عدلیہ حکومت کو چاہئے کہ وہ جناب ممتاز حسین قادری صاحب کو فی الفور باعزت رہا کرے کہ اس نے ملک و ملت کو یقینی عذاب الٰہی سے بچایا ہے خود کو ہی نہیں بلکہ سب کو سرخرو کیا ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں	یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں
جو کرنی ہے جہانگیری محمد کی غلامی کر	ادب کا تاج سر پر رکھ نا خدائے عجم ہوجا

"کل نفس ذائقة الموت" کے امر ربی کے تحت ہر جان نے اس دنیا میں آنے کے بعد ایک نہ ایک دن اس کو ضرور الوداع کہنا ہے تو اس سلسلہ کی نہایت افسوس ناک خبر یہ ہے کہ ماہنامہ چاریار مصطفیٰ ﷺ کی مجلس مشاورت کے سربراہ علامہ ڈاکٹر پیر فضیل عیاض قاسمی صاحب کی بھابھی پیر طریقت رہبر شریعت پیر محمد جہانزیب قاسمی صاحب کی اہلیہ محترمہ گذشتہ دنوں انتقال فرما گئیں ہیں۔ جو موہڑہ شریف کے خاندان کیلئے انتہائی غم زدہ بات ہے اس صورت حال میں حجۃ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی، مرکزی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان وسرپرست اعلیٰ ماہنامہ چاریار مصطفیٰ ﷺ مفتی مختار علی رضوی، علامہ محمد شفیق قادری، علامہ فدا حسین رضوی، غلام حسین عرفانی اور جملہ کارکنان ماہنامہ چاریار مصطفیٰ ﷺ پیر محمد جہانزیب قاسمی ان کے صاحبزادگان پیرزادہ جمال قاسمی، پیرزادہ صبغۃ اللہ قاسمی، علامہ ڈاکٹر پیر فضیل عیاض قاسمی، پیر اورنگزیب قاسمی، پیر طریقت علامہ پیر فاروق اولیاء بادشاہ، علی افضل خان جدون سابق صوبائی وزیر منیر جدون، انور جدون ایڈووکیٹ، وسیم خان جدون اور ندیم خان جدون سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ مغفورہ کے درجات کو بلند فرمائے اور جملہ خاندان موہڑہ شریف اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

قربانی کے فضائل و مسائل

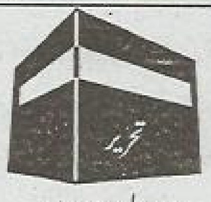

مجاہدِ اہلِ سنت علامہ
قاری محمود الحسن قادری اویسی
مرکزی خطیب گوجرخان

عید قربان کی آمد آمد ہے۔ اہلِ ایمان کو سنتِ ابراہیمی و سنتِ مصطفوی پر عمل پیرا ہو کر رضاءِ الٰہی حاصل کرنے کا موقع ملنے والا ہے۔ آیئے قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں "قربانی" کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

قربانی کیا ہے؟

قربانی کے لیے شریعت اسلامی میں قربان نحر، نسک الاضحیۃ اور ھدی کے الفاظ مستعمل ہیں۔ قربانی سے مراد رضاءِ الٰہی کی خاطر ۱۰ ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک اونٹ، گائے، بیل، بھینس، بھیڑ، بکری اور دنبہ میں سے کسی جانور کا ذبح کرنا ہے۔ قربانی حکماً واجب اور عملاً سنت ہے۔

قرآنِ مجید سے قربانی کا وجوب:

قربانی کا وجوب "فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ"۔
(سورۃ الکوثر۔۲)

تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

"قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ"۔
(سورۃ الانعام۔۱۶۳۔۱۶۲)

تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

کے الفاظ "وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ" (اور مجھے یہی حکم ہوا ہے) سے ثابت ہے۔

سنتِ مصطفیٰ (ﷺ) سے قربانی کا وجوب:

۱۔ "مَنْ کَانَ لَہٗ سِعَۃٌ وَّلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا"۔
(سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی)

جس کو وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

یہ شدید تنبیہ وجوب ثابت کرتی ہے۔

۲۔ "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَلْیُعِدْ"۔
(صحیح بخاری کتاب الاضاحی)

جس نے نمازِ عید سے قبل قربانی کی وہ اسے لوٹائے۔

۳۔ "مَنْ کَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ فَلْیَذْبَحْ اُخْرٰی مَکَانَھَا"۔
(مشکوٰۃ المصابیح باب فی الاضحیہ)

جس شخص نے نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کی پس اسے چاہیے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔

اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو اعادہ کا حکم نہ دیا جاتا۔

۴۔ "یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰی کُلِّ اَھْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَۃٌ"۔
(سنن ابن ماجہ کتاب الاضاحی)

اے لوگو! ہر سال ہر گھر والے (صاحب حیثیت) پر ایک قربانی واجب ہے۔

قربانی سنتِ ابراہیمی ہے:

صحابہ کرام نے سوال کیا "یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ" یا رسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ ارشاد ہوا "سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ"

تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی)

قربانی قدیم عبادت ہے:

قربانی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ خود انسان کی۔ قرآن مجید نے انسانِ اول ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹوں قابیل اور ہابیل کی قربانی کا ذکر اس طرح کیا:

"وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ"۔

(سورۃ المائدہ۔۲۷)

اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے لختِ جگر حضرت سیدنا اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی ریشم سے زیادہ نرم گردن پر چھری چلا کر قربانی کی تاریخ کا جو منفرد باب رقم فرمایا اس کا حسین تذکرہ قرآن مجید نے اس طرح کیا:

"فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ"۔

(سورۃ الصافات۔۱۰۳تا۱۰۵)

تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

قربانی کی قبولیت:

قربانی کی قبولیت کا دارومدار اخلاص، للہیت اور حصولِ رضاءِ الٰہی کے جذبۂ صادقہ پر ہے۔ نمود و نمائش، دکھلاوے، ریاکاری اور تقویٰ سے خالی جذبات عدمِ قبولیت کا سبب بن جاتے ہیں۔ رحمتِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

بے شک اعمال (کی قبولیت) کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

ابوالبشر سیدنا آدم صفی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے قابیل نے اپنی قربانی قبول نہ ہونے پر سوال اٹھایا تو جواب دیا گیا:

"إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ"۔

(سورۃ المائدہ۔۲۷)

بے شک اللہ تقویٰ والوں سے ہی قبول کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

"لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ"۔

(سورۃ الحج۔۳۷)

اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

مصطفیٰ کریم ﷺ اور قربانی:

"أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي"۔

(جامع ترمذی ابواب الاضاحی)

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔

رحمتِ مصطفیٰ (ﷺ):

رحمتِ عالم ﷺ نے سیاہ پاؤں، سیاہ پیٹ اور سیاہ آنکھوں والا دنبہ ذبح کرتے ہوئے دعا فرمائی:

"اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ"۔

(صحیح مسلم کتاب الاضاحی)

اے اللہ اس کو محمد، آلِ محمد اور امتِ محمد کی جانب سے قبول فرما۔

رسول اللہ ﷺ نے بوقتِ قربانی اپنی امت کو یاد رکھ کر کتنی مہربانی فرمائی ہے۔ اب صاحبِ حیثیت اور صاحبِ ثروت امتیوں کو بھی چاہیے کہ جہاں اپنی اور اپنے خاندان کی طرف سے قربانی کرتے ہیں وہاں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے لیے بھی ایک حصہ ڈالیں اور دین و دنیا میں رحمتِ عالم ﷺ کی مزید شفقتیں حاصل کریں۔

قربانی کی اہمیت:

۱۔ "عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سِعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا"۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کو وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

۲۔ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِيْ شَيْءٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ نَحْرٍ يُنْحَرُ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ"۔

(کنز العمال الفصل السابع فی الاضاحی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو رقم عید کے دن قربانی میں خرچ کی گئی اس سے زیادہ کوئی رقم اللہ کو پیاری نہیں۔

۳۔ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هِرَاقَةِ دَمٍ۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن اللہ کو خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ بندے کا کوئی عمل محبوب نہیں۔

قربانی کا اجر وثواب:

۱۔ "عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ ضَحّٰى طَيِّبَةً نَفْسُهُ مُحْتَسِبًا لِاُضْحِيَتِهِ كَانَتْ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ"۔

(کنز العمال الفصل السابع فی الاضاحی)

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خوش دلی سے ثواب کی خاطر قربانی کی تو وہ (قربانی) آتش جہنم سے حجاب بن جائے گی۔

۲۔ "عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ"۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ صحابہ کرام نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ہمارے لیے ان میں کیا اجر ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے نیکی ہے عرض کیا اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اون کے ہر بال کے بدلے بھی نیکی ہے۔

جو قربانی نہ کر سکے:

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کسی کا دیا ہوا جانور ہے۔ "کیا میں اسے قربان کردوں؟" فرمایا "نہیں":

"وَلٰكِنْ تَاْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَاَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ فَتِلْكَ تَمَامُ اُضْحِيَتِكَ عِنْدَ اللّٰهِ"۔

(سنن ابو داؤد باب فی ایجاب الاضاحی)

لیکن تم اپنے بال کتراؤ، ناخن کاٹو اور مونچھیں ترشواؤ اور اپنے موئے زیر ناف صاف کرو۔ اسی سے اللہ کے ہاں تمہاری پوری قربانی ہو جائے گی۔

قربانی کی اقسام بلحاظ وجوب:

۱۔ صرف غنی پر (صاحب نصاب ہونے کے باعث)

۲۔ صرف فقیر پر (ارادۂ قربانی کا جانور خریدنے کے باعث)

ان دونوں قربانیوں کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلا سکتے ہیں۔

۳۔ غنی وفقیر دونوں پر (نذر اور منت کی قربانی) اس کا گوشت تقسیم کیا جائے۔ نیز یہ قربانی منت یا نذر پوری ہونے پر واجب الادا ہوگی۔ اس کا عید قربان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے:

۱۔ مسلمان
۲۔ مقیم
۳۔ آزاد
۴۔ مالکِ نصاب (زکوۃ وفطرانہ کا نصاب)

قربانی کا وقت:

۱۔ ۱۰ ذی الحجہ کی طلوع صبح صادق سے ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک یعنی تین دن اور دو راتیں، البتہ رات کو قربانی کرنا مکروہ ہے۔
۲۔ جہاں عید کی نماز پڑھی جاتی ہو وہاں عید کی نماز کے بعد قربانی کرنا سنت ہے۔
۳۔ شہر میں کسی ایک جگہ بھی نماز پڑھ لی گئی ہو تو قربانی جائز ہے۔
۴۔ اگر کوئی شخص قربانی کے اول وقت میں مالکِ نصاب نہ ہو لیکن ختمِ وقت سے پہلے پہلے مالکِ نصاب ہو جائے تو قربانی واجب ہو جائے گی۔
۵۔ اول وقت میں مالکِ نصاب تھا لیکن ختمِ وقت سے پہلے مالکِ نصاب نہ رہا تو اب قربانی ساقط ہو جائے گی۔
۶۔ قربانی کے پورے وقت میں مالکِ نصاب رہا لیکن قربانی نہ کی تو بعد میں کسی بھی وقت (جلد از جلد) زندہ بکری صدقہ کرے یا ذبح کر کے تقسیم کرے۔

قربانی کے جانور:

۱۔ بکری، بکرا، بھیڑ اور دنبہ کم از کم ایک سال کا۔ اگر کوئی دنبہ چھ ماہ کا ہو لیکن ایک سال کے بکروں کے برابر لگتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔
۲۔ گائے، بیل اور بھینس کم از کم دو سال کی۔
۳۔ اونٹ کم از کم پانچ سال کا۔

قربانی کے متفرق مسائل:

۱۔ بکرا، بکری، دنبہ اور بھیڑ کی قربانی صرف ایک فرد کی طرف سے ہوتی ہے جب کہ گائے، بھینس اور اونٹ کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
۲۔ شرکاء سات ہوں تو کسی فرد کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ شرکاء سات سے کم ہونے کی صورت میں ساتواں حصہ تو سب کا ضروری ہے اگر کسی کا اس سے زیادہ ہو جائے تو وہ بھی جائز ہے۔
۳۔ قربانی کے جانور میں عقیقہ کا حصہ بھی ملایا جاسکتا ہے۔
۴۔ سب شرکاء کی نیت قربانی یا عقیقہ (اگر کوئی عقیقہ کر رہا ہو تو) کی ہو۔ صرف گوشت حاصل کرنے کی نیت نہ ہو ورنہ کسی کی قربانی نہ ہوگی۔
۵۔ سب شرکاء کو معلوم بھی ہو اور وہ رضامند بھی ہوں ورنہ کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی۔
۶۔ اگر کوئی شریک قربانی سے قبل انتقال کر جائے تو اس کے ورثاء سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔
۷۔ قربانی ہر گھر کے ہر مالکِ نصاب پر واجب ہوتی ہے۔
۸۔ قربانی کے لیے نصاب پر سال گزرنے کی کوئی شرط نہیں ہے۔
۹۔ اگر کسی گھر کے سربراہ کے پاس صرف ایک قربانی کی گنجائش ہو تو وہ اپنی جانب سے کرے۔ اگر کسی اور کی طرف سے کرے گا تو واجب اس کے ذمے رہے گا اور وہ گنہگار ہوگا۔
۱۰۔ ایک سے زیادہ قربانیوں کی وسعت ہو تو مالکِ نصاب اپنی قربانی کے ساتھ ساتھ جس کے لیے جی چاہے قربانی کر سکتا ہے۔
۱۱۔ یہ خیال کہ قربانی زندگی میں ایک ہی بار واجب ہے شرعاً بالکل غلط ہے۔
۱۲۔ قربانی والے جانور کے پیٹ سے زندہ بچہ نکل آئے تو اسے بھی ذبح کر دیا جائے۔
۱۳۔ اگر قربانی کرنے والا خود ذبح کرنا جانتا ہو تو خود کرنا افضل ہے۔ بصورتِ دیگر پاس موجود ہونا بھی بہتر ہے اگر ممکن ہو تو۔
۱۴۔ قربانی کرنے والے شخص کو شروع ذی الحجہ سے قربانی کر چکنے تک ناخن اور بال نہ کٹوانا مستحب ہے۔
۱۵۔ قربانی کا گوشت اندازے سے نہیں بلکہ تول کر برابر برابر تقسیم کیا جائے۔
۱۶۔ اگر نابالغ بچہ سمجھدار ہے اور درست طریقہ سے ذبح کر سکتا ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔
۱۷۔ قربانی کے دنوں میں نہ تو زندہ جانور صدقہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی قیمت صدقہ کی جاسکتی ہے۔ جانور کو ذبح ہی کرنا ہوگا۔
۱۸۔ گوشت کے تین حصے کرنا مستحب ہے۔ ایک اپنے لیے، ایک رشتہ داروں کے لیے اور ایک غرباء و مساکین کے لیے۔

۱۹۔ ذبح کرنے والے کو گوشت اور کھال وغیرہ اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔

۲۰۔ قربانی کے جانور کا دودھ دوہا یا اون اتاری تو خود استعمال نہ کرے بلکہ صدقہ کردے۔

۲۱۔ قربانی کا چمڑا نہ تو بطور اجرت قصاب کو دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بیچ کر خود قیمت استعمال کی جاسکتی ہے۔ البتہ قربانی کرنے والا شخص اگر چمڑا خود استعمال کرنا چاہے تو اجازت ہے۔

۲۲۔ اگر چمڑا خود استعمال نہ کرنا چاہے تو کسی بھی مستحق غریب محتاج، بیوہ، یتیم یا معذور کو بطور صدقہ دے سکتا ہے۔ قریبی عزیزوں کو دینے میں زیادہ ثواب ہے۔ ان کے بعد اہلِ محلہ یا درست عقائد ونظریات رکھنے والے دینی وفلاحی اداروں کو بھی دے سکتے ہیں۔

درج ذیل عیوب والے جانوروں کی قربانی جائز نہیں:

۱۔ جس کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔
۲۔ خارش ہڈیوں تک جا پہنچی ہو۔
۳۔ اندھا جانور۔
۴۔ کانا جانور۔
۵۔ ایسا لنگڑا جو خود چل کر قربان گاہ تک نہ جاسکتا ہو۔
۶۔ ایسا دیوانہ جو چرنا چگنا چھوڑ دے۔
۷۔ بچہ جننے سے عاجز اور بہت بوڑھا جانور۔
۸۔ جس کے ایک یا دونوں کان کٹے ہوئے ہوں۔
۹۔ جس کی ناک کٹی ہوئی ہو۔
۱۰۔ جس کے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوئی ہوں۔
۱۱۔ تھنوں کے کٹنے سے دودھ خشک ہوگیا ہو۔
۱۲۔ آنکھ یا کان کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو۔
۱۳۔ پیدائشی کان یا دانت نہ ہوں۔

ذبح کرنے کا درست طریقہ:

ذبح سے پہلے جانور کو پانی پلا لیں۔ چھری خوب تیز ہو۔ چھری جانور کے سامنے تیز نہ کریں۔ دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح نہ کریں۔ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا اور ذابح کا منہ قبلہ کی طرف ہوجائے۔ ذابح اپنا دایاں پاؤں جانور کی گردن پر رکھے اور یہ دعا پڑھ کر اس طرح ذبح کرے کہ چار یا کم از کم تین رگیں ضرور کٹیں:

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔"

ذبح کرنے کے بعد کی دعا:

"اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ" (اگر شرکا زیادہ ہوں تو مِنِّیْ کی بجائے مِنْ کہہ کر سب شرکاء کے نام لیے جائیں) كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِكَ اِبْرٰهِیْمَ علیہ السلام وَحَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ ﷺ۔

تعزیت اور دعائے مغفرت

ہوک منٹ وائٹ (Hoc Ment Wite) میں خلیفہ
فیصل ایاز عرفانی کے سرول کے عارضہ میں مبتلا رہنے کے بعد انتقال فرما گئے۔

حجۃ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی اور کارکنان
ادارہ چاریار مصطفیٰ خلیفہ فیصل ایاز
اور مرحوم کے جملہ متوسلین ورشتہ داروں سے تعزیت کرتے ہوئے۔
اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے
اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

قائد اہلِ سنت پیر محمد عرفان مشہدی
کی طرف سے تمام ممبران چاریار مصطفیٰ اور کارکنان
مرکزی جماعت اہل سنت اور جس تک یہ پیغام پہنچ رہا کو ہدایت کہ
مرحوم کیلئے ایصالِ ثواب کی محافل کا اہتمام کرکے اور ان کیلئے خصوصی طور
پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

زیارت روضہ رسول ﷺ

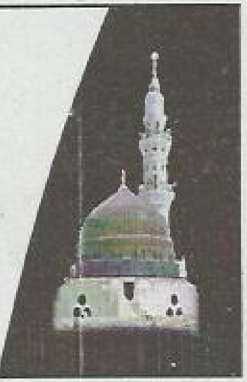

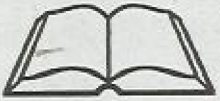

علامہ محمد داؤد حقانی رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

زیارت روضہ رسول ﷺ کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مؤقف ملاحظہ کیجئے۔ بحر العلوم علامہ عبد العلی قدس سرہ القوی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

"اعلم ان زیارة قبر رسول اللہ ﷺ باتفاق مشائخنا الکرام وباتفاق الشافعیة والمالکیة وجماهیر الحنبلیة من اعظم المندوبات ومنبع البرکات وفی شرح المختار انما قریبة من الواجب ممن له سعه".

جاننا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت ہمارے مشائخ کرام (احناف) شافعی، مالکی اور جمہور حنابلہ کے نزدیک متفقہ طور پر اعظم مندوبات اور منبع برکات میں سے ہے، شرح مختار میں ہے کہ جو شخص زیارت کی استطاعت رکھتا ہو اس کیلئے تو یہ قریب الواجب ہے۔

(رسائل الارکان ص ۲۷۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
مجموعہ رسائل فضل رسول ص ۱۸۵ مطبوعہ مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

"ابراز الغی" میں روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے بارے میں لکھا ہوا ہے:

"فقال کثیر منهم بانها مندوبة، وقال بعض المالکیة والظاهریة واجبة وقال اکثر الحنفیة انها قریب من الواجب وقریب الواجب عندهم فی حکم الواجب".

کثیر علماء نے فرمایا ہے کہ زیارت روضہ رسول ﷺ مستحب ہے۔ بعض مالکی اور ظاہری علماء نے کہا ہے کہ واجب ہے اکثر ائمہ احناف نے کہا ہے کہ یہ قریب الواجب ہے اور قریب الواجب ان کے نزدیک واجب کے حکم میں ہے۔

(مجموعہ رسائل فضل رسول ص ۱۶۹ مطبوعہ کراچی)

علامہ تقی الدین سبکی قدس سرہ القوی متوفی ۷۵۶ھ لکھتے ہیں:

"والحنفیة قالوا ان زیارة قبر النبی ﷺ من افضل المندوبات والمستحبات بل تقرب من درجة الواجبات".

حنفیوں نے کہا کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت افضل مستحبات میں سے ہے بلکہ یہ واجب کے قریب ہے۔

(شفاء السقام ص ۳۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت،
وفاء الوفاء ص ۱۹۱، ۱۹۲ مطبوعہ بیروت)

منقولہ بالا عبارات کا ماحصل یہ ہوا تمام ائمہ کے نزدیک روضہ رسول ﷺ کی زیارت اعظم مندوبات اور مستحبات میں سے ہے اور اکثر ائمہ احناف کے نزدیک زیارت روضہ رسول ﷺ واجب ہے۔

"عن العتبی کنت جالسا عند قبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یارسول اللہ. سمعت اللہ سبحانه یقول ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاوک فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لوجد اللہ توابا رحیما (النساء آیت ۶۴) وقد جئتک مستغفرا من ذنبی مستشفعا بک الی ربی. ثم انشاء یقول:

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمه
خطاب فی طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف وفیه الجود والکرم

قال فحملتنی عینای فرایت النبی ﷺ فقال لی یاعتبی الحق الاعرابی فبشره ان اللہ قدغفر ذنوبه".

محمد بن عبید اللہ عتبی سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی تربت انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو ایک اعرابی آیا۔ اس نے (بارگاہ رسالت مآب میں یوں سلام) عرض کیا "السلام علیک یارسول اللہ" اے اللہ کے رسول آپ پر سلام نازل ہو۔ پھر کہا کہ میں نے اللہ جل مجدہ کا فرمان سنا ہے کہ وہ ارشاد فرماتا ہے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں اور کہا کہ یارسول اللہ میں اپنے گناہوں کی مغفرت و بخشش کا طالب بن کر حاضر ہوا ہوں اور آپ کی شفاعت کا اپنے رب کی طرف طالب بن کر حاضر ہوا ہوں پھر یہ اشعار پڑھے:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ
خطاب فی طیبھن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ
فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

اے سب سے بہتر و افضل ذات جن کا جسم اقدس اس میدان میں مدفون ہے پس ان کی خوشبو سے پست و اونچی زمین مہک گئیں، میری جان فدا ہو اس قبر پر جس میں آپ آرام فرما ہیں اس میں پاکیزگی ہے اس میں جود و کرم ہے۔

عتبی نے کہا مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عتبی! اس اعرابی کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔

(اتحاف الزائر ص ۵۲-۵۳ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا انڈیا، شفاء السقام ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۶۵، ۲۶۶ دار الشعب، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۰، ۵۲۱ دار الفکر بیروت، شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، انحطاط ابن تیمیہ ص ۱۸۶ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا، مصباح الظلام ص ۵۵ مطبوعہ لاہور)

۱۔ یہ بات واضح ہوتی کہ جب کوئی شخص گناہ کرلے تو اپنی بخشش و مغفرت کے حصول کے لیے در رسول ﷺ پر حاضر ہو جائے اور اپنے گناہوں کی بخشش کیلئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں درخواست کرے یہ حکم جس طرح حضور ﷺ کی زندگی میں تھا اسی طرح بعد از وصال بھی برقرار ہے اور دلائل کے علاوہ اس اعرابی کا بعد از وصال اپنے گناہوں کی بخشش کیلئے روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بعد از وصال بھی در رسول ﷺ پر حاضر ہونا جائز و مستحسن ہے۔

۲۔ اعرابی کا "السلام علیک یارسول اللہ" کی صورت میں لفظ یا کے ساتھ سلام بھیجنا اور پکارنا اس بات کی دلیل ہے لفظ یا سے بعد از وصال سلام بھیجا جاسکتا ہے اور یہ پکارنا بھی جائز ہے۔

۳۔ بارگاہ ایزدی میں مقبول بندوں کو وسیلہ بنانا، کامیابی وکامرانی کا ذریعہ ہے۔

۴۔ نبی کریم ﷺ اپنے امتیوں کے احوال سے واقف ہیں۔

۵۔ قبور پر حاجات کیلئے جانا ہے یہ بھی جاؤک میں داخل ہے اور قرون اولیٰ کے اسلاف کا طریقہ مبارکہ ہے۔

۶۔ اگر کوئی شخص اپنے گناہوں کی بخشش و مغفرت اور شفاعت رسول کا طالب ہو تو رسول اللہ ﷺ اس کی شفاعت بھی فرماتے ہیں اور بخشش و مغفرت کا مژدہ جانفزا بھی سناتے ہیں۔

اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

مجرم بلائے آتے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

احادیث:

۱۔ "عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(اتحاف الزائر ص ۲۰ مطبوعہ انڈیا، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شفاء السقام ص ۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، انحطاط ابن تیمیہ ص ۹۵ مطبوعہ مرکز اہل سنت انڈیا، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ نے فرمایا محمد جماعۃ من ائمۃ الحدیث شرح شفاء ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ استنبول فضائل حج ص ۱۲۱ مطبوعہ کتب خانہ فیضی)

۲۔ "عن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من زار قبری او قال من زارنی کنت له شفیعا او شهیدا ومن مات فی احد الحرمین بعثه الله عزوجل من الآمنین یوم القیمة"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جس نے میری قبر کی زیارت یا فرمایا جس نے میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا اور جو شخص حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما میں سے کسی ایک میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھائے گا۔

(اتحاف الزائر ص ۲۳ مطبوعہ مرکز اہل سنت انڈیا،
وفاء الوفاء ج ۲ ص ۳۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت،
شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۰ مطبوعہ بیروت)

۳۔ "عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من جاء نی زائرا لا یعلمه حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیمة"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری زیارت کو آیا میری زیارت کے علاوہ اس کی کوئی حاجت نہ ہو تو اس کا مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں۔

(معجم کبیر ج ۲ ص ۲۲۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت،
وہکذا فی وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۰۷ مطبوعہ بیروت وہکذا بتغیر قلیل، اتحاف الزائر ص ۲۸ مطبوعہ انڈیا،

۴۔ "عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها هذا حدیث حسن صحیح غریب"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تم میں سے جو شخص استطاعت رکھتا ہو کہ مدینہ میں اسے موت آئے تو اس کو مدینہ میں مرنا چاہئے اس لئے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، مسند امام احمد ج ۲ ص ۱۰۴
مطبوعہ بیروت، شعب الایمان ج ۹ ص ۵۷، مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

منقولہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت ایک اہم عبادت ہے جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی تربت انور کی زیارت کا شرف حاصل کیا رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اس کی شفاعت بھی فرمائیں گے اور بروز محشر وہ امن والوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

۵۔ رسول اللہ ﷺ کی تربت انور کی زیارت کیلئے ہر روز شام وسحر ملائکہ حاضر ہو کر بعجز و نیاز سے سلام عقیدت پیش کرتے ہیں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"قال ما من فجر یطلع الا نزل سبعون الفا من الملائکة حتی یحفوا بالقبر یضربون باجنحتهم ویصلون علی النبی ﷺ حتی اذا امسوا عرجوا وهبط مثلهم فصنعوا مثل ذالك حتی اذا انشقت الارض خرج فی سبعین الفا من الملائکة یزفونه ﷺ واسناد الدارمی حسن کله ثقات"۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی بھی دن ایسا نہیں طلوع ہوتا کہ جس میں ستر ہزار ملائکہ (صبح) کو تربت انور پر حاضر ہوتے یہاں تک اپنے پروں سے اسے ڈھانپ لیتے ہیں اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں جب شام ہوتی ہے تو آسمانوں کی طرف واپس ہو جاتے ہیں اور ان ہی کی مثل (ستر ہزار شام کو) اترتے ہیں اور پڑھتے ہیں یہاں تک جب زمین شق ہو جائے گی ستر ہزار ملائکہ نکلیں گے اور رسول اللہ ﷺ کو جلوس کی جھرمٹ میں لے جائیں گے۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۳ مطبوعہ بیروت، سنن دارمی ج ۱ ص ۵۷
مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، اتحاف الزائر ص ۲۹ مطبوعہ انڈیا،
اخطاء ابن تیمیہ ص ۲۵۹ مطبوعہ انڈیا)

ملائکہ کا شام وسحر دربار مصطفےٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر حاضر ہو کر درود وسلام بھیجنا منشاء الٰہیہ کے عین مطابق ہے کیونکہ ملائکہ وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں دربار خداوندی سے حکم ملتا ہے۔

زیارت روضہ رسول ﷺ امت مسلمہ کا ایسا متفقہ مسئلہ تھا کہ ساتویں صدی تک کسی نے بھی انکار کی جرأت نہ کی سب سے پہلے مجد الدیوبندیہ والوہابیہ ابن تیمیہ نے انکار کیا کہ حضور ﷺ کے روضہ انور کی طرف سفر کرنا حرام ہے (معاذ اللہ) ابن تیمیہ کے اس قول بدتر از بول کے بارے میں علامہ نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

"ابن تیمیہ کے اس فتوے سے شام ومصر میں بڑا فتنہ برپا ہوا شامیوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں استفتاء کیا علامہ برہان بن

کا خ فزاری نے قریبا چالیس سطر کا مضمون لکھ کر اسے کافر بتایا۔ علامہ شہاب بن جبل نے اس سے اتفاق کیا مصر میں یہی فتوی مذاہب اربعہ کے چاروں قضاۃ پر پیش کیا"۔
(دفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۲، سیرت رسول عربی ص ۳۵۸ مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور)

ابن تیمیہ کے تفردات بے شمار ہیں جن کی بنا پر ائمہ متقدمین ومتاخرین نے اسے بدعتی، کافر ملعون گستاخ و بے ادب اور ضال و مضل قرار دیا۔

"ان شئت التفصيل فلترجع الى الشفاء السقام للسبكى، شواهد اهد الحق للنبهانى وفتاوى حديثيه لابن حجر واخطاء ابن تيميه للمحمود السيد صبيح".

لیکن آج بھی بہت سارے لوگ اس کی تعریف وتوثیق میں رطب اللسان رہتے جیسا کہ بعض گمراہ ڈاکٹر اسے تصوف کا امام اور شیخ الاسلام سمجھتے ہیں حالانکہ اس گمراہ گھر کے بھی تفردات ابن تیمیہ سے کہیں کم نہیں ہیں اگر اس پر بھی ابن تیمیہ کا سا حکم ٹھونس دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

روضہ رسول کی زیارت کا طریقہ:

بندہ مومن جب مدینہ منورہ کی پُرکیف سرزمین مقدس کے دیدار پُرانوار سے شرف یابی کے قصد سے نکلے تو پہلے ظاہری جسم کو غسل اور باطن کا ذکر و اذکار اور صلوۃ بر سید الابرار سے تصفیہ و تزکیہ کرلے اور اپنے آپ کو مشک وعنبر سے معطر کر کے عجز و انکساری سے حرم نبی ﷺ میں پاپیادہ یہ دعا پڑھتے ہوئے داخل ہو:

"بسم الله وعلى ملة رسول الله ﷺ رب ادخلنى مدخل صدق واخرجنى مخرج صدق وجعلنى من لدنك سلطانا نصيرا اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل محمد الخ واغفرلى ذنوبى وافتح لى ابواب رحمتك وفضلك".

پھر مسجد شریف میں داخل ہو منبر شریف کے پاس دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے بعد ازاں دو رکعت اس کے علاوہ ادا کرے دعا مانگے شکر خداوندی بجالائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سعادت عظمٰی نصیب فرمائی۔ پھر اس دربار گوہر بار کی طرف متوجہ ہو کہ آنکھیں جس کے دیدار کیلئے ایک عرصہ سے پُرنم اشک بار ہیں پیٹھ قبلہ شریف کی طرف ہو چہرہ مواجہ شریف کی طرف ہو۔ نبی کریم ﷺ کے سرانور سے چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو دھیمی دھیمی آواز میں ان الفاظ سے سلام عجز پیش کرے:

"السلام عليك يا سيدى يارسول الله
السلام عليك يا نبى الله
السلام عليك يا حبيب الله
السلام عليك يا نبى الرحمة
السلام عليك يا شفيع الامة
السلام عليك يا سيد المرسلين
السلام عليك يا خاتم النبيين
السلام عليك يا مزمل
السلام عليك يا مدثر
وعلى اصر لك الطيبين واهل بيتك الطاهرين
واصحابك الى يوم الدين".

بعد از سلام عقیدت دست دراز کرے اپنے لئے والدین اساتذہ، مشائخ کی دارین میں کامیابی کی دعا مانگے کہ رسول اللہ ﷺ سے شفاعت طلب کرے۔ دعا سے فراغت کے بعد حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بھی سرانور کے پاس جا کر بایں الفاظ وسلام عرض کرے:

"السلام عليك يا ابابكر
السلام عليك يا عمر
السلام عليك يا خليفة رسول الله".

اسی طرح وہاں بھی دعا مانگے:

اور عاشق رسول مقبول بارگاہ رسالتمآب سید الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نور اللہ تربتہ بنور التجلی والتحلی کا منظوم سلام بھی پیش کرے:

مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر حکومت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا روضہ رسول ﷺ کی زیارت کرنا:

"عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان اذا قدم من سفر دخل المسجد ثم اتی القبر فقال السلام علیك یارسول اللہ، السلام علیك یا ابابکر، السلام علیك یا ابتاہ".

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب سفر سے واپس آتے تھے مسجد نبوی شریف تشریف لے جاتے پھر تربت رسول ﷺ پر حاضری کا شرف حاصل کرتے اور (اس طرح) سلام پیش کرتے:

السلام علیك یارسول اللہ
السلام علیك یا ابابکر
السلام علیك یا ابتاہ

علامہ سمہو ردی فرماتے ہیں محدث عبدالرزاق نے اس کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۴۸۷ مطبوعہ بیروت، اتحاف الزائر ص ۴۷ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا، وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۸۳ مطبوعہ بیروت)

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ:

"ابوحنیفة عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تاتی قبر النبی رضی اللہ عنہ من قبل القبلة ویجعل ظهرك الی القبلة وتستقبل لا القبر بوجهك ثم تقول السلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته".

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا مسنون طریقہ یہ ہے کہ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف پر قبلہ کی طرف سے آئے اور قبلہ کی طرف پیٹھ ہو اور قبر کی طرف چہرہ ہو پھر کہے

السلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته۔

(مسند امام اعظم ص ۱۲۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۸۳ مطبوعہ بیروت، رسائل الارکان ص ۲۸۰ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، فتح القدیر لابن الہمام ج ۳ ص ۱۸۰، ۱۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت اخطاء ابن تیمیہ ص ۲۵۴ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا، نور الایمان ص ۱۰۹ مطبوعہ صفہ پبلی کیشنز لاہور)

۱۔ معلوم ہوا کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے وقت ان الفاظ "السلام علیك ایها النبی" اور "السلام علیك یارسول اللہ الخ" کے سلام بھیجنا سنت صحابہ ہے۔

۲۔ امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک رحمہما اللہ اور ان کے علاوہ جلیل القدر محدثین و فقہاء کا یہی نظریہ ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی حاضری کے وقت پیٹھ قبلہ کی طرف ہو اور چہرہ روضہ رسول ﷺ کی طرف اور یہی عمل سنت صحابہ بھی ہے۔

۳۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی تربت انور کے سامنے کھڑے ہو کر دعا بھی مانگتے تھے تو واضح ہوا روضہ رسول ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنا بھی سنت صحابہ میں داخل ہے اور یہی مقام عالی اجابت دعا کا عظیم ذریعہ بھی ہے۔

۴۔ لہذا جو وہاں شرک شرک کے فتوے لگانے میں مگن ہوتے ہیں وہ سیدنا عبداللہ بن عمر اور صحابہ رضی اللہ عنہم امام اعظم و امام مالک اور اکابرین امت رحمہم اللہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

۵۔ ایسے لوگ ظاہرا کلمہ پڑھتے ہیں جبکہ ان کا دل بغض مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک سمندر موجزن ہوتا ہے جس کی بناء پر روضہ رسول ﷺ کو صنم اکبر جیسے نجس الفاظ سے تعبیر کر جاتے ہیں۔

ان کے ظاہری کلمہ اور دل میں بغض و عداوت مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ذیاب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے کہ امیر المؤمنین ابو جعفر منصور نے مناظرہ شروع کر دیا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یا امیر المؤمنین لاترفع صوتك فی هذا المسجد ..... وان حرمته میتا کحرمته حیا فاستکان لها ابو جعفر وقال یا ابا عبد اللہ استقبل القبلة وادعوا ام استقبل رسول اللہ ﷺ فقال ولم تصرف وجهك عنه

وھو وسیلتک ووسیلة ابیک آدم علیہ السلام الی اللہ تعالیٰ یوم القیامة بل استقبله واستشفع به فیشفعه اللہ"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے امیر المؤمنین اپنی آواز رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں بلند نہ کر کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر بعد از وفات بھی اسی طرح ہے جس طرح آپ کی مبارک زندگی میں تھی (کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنی تربت انور میں زندہ ہیں) پھر جعفر منصور نے پوچھا اے ابوعبداللہ کیا دعا کے وقت میں اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کروں؟ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف؟ تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو اپنا چہرہ رسول اللہ ﷺ سے کیوں پھیرتا ہے؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ تیرے بھی اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے اللہ کی طرف سے قیامت تک وسیلہ ہیں۔ حضور علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو اپنا چہرہ حضور علیہ السلام کی طرف کر اور آپ سے شفاعت طلب کر اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کرتا ہے۔

(شفاء شریف ج ۲ ص ۲۶، ۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، اتحاف الزائر ص ۴۶، ۱۱۵ مطبوعہ بیروت، اقتضاء ابن تیمیہ ص ۲۳۵ مطبوعہ اشیاء، نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۹۸، تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی ص ۲۱۴ مطبوعہ لاہور)

مذکورہ بالا واقعہ سے واضح ہوا کہ:

۱۔ حضور سید عالم ﷺ کا ادب و احترام اسی طرح فرض ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں تھا۔ حضور تاجدار کائنات ﷺ اپنی تربت انور کے اندر اسی طرح زندہ و جاوید ہیں جس طرح کہ قبل از وفات کو حیات مبارکہ حاصل تھی۔

۲۔ جب رسول اللہ ﷺ کی تربت انور پر حاضری کا شرف حاصل ہو تو حضور ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا مانگی جائے کیونکہ آپ کے وسیلہ سے اور آپ کی طرف کر کے مانگی گئی دعا اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔

خدا کی رضا چاہتا ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

۳۔ "ولم تصرف وجهك عنه" سے تو امام مالک نے قیامت تک آنے والوں غلاموں کیلئے یہ عقیدہ متعین کر دیا کہ حضور سید عالم ﷺ سے اپنا چہرہ نہیں پھیرنا چاہئے منہ نہیں موڑنا چاہیے کیونکہ ان کی محبت یا الفت کے بغیر ایمان ہی کامل نہیں اور جوان سے منہ پھیرتا ہے دنیا و آخرت میں اس کیلئے خسارہ و ذلت ہے اس لئے:

تیرے در سے جو یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

۴۔ "ھو وسیلتك" سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ قیامت تک وسیلہ ہیں حضور ﷺ کو وسیلہ بنانا آپ کی ظاہری حیات تک محدود نہیں تھا کیونکہ حضور علیہ السلام کے کمالات ختم ہونے والے نہیں دن بدن ترقی پذیر ہیں۔

۵۔ "واستشفع به فیشفعه اللہ" سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ سے شفاعت طلب کرنی چاہیے اور آپ کی شفاعت عند اللہ مقبول ہے۔

منکرین کا جواب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجد الرسول والمسجد الاقصی"۔

نہ کجاوے باندھے جائیں مگر تین مساجد کی طرف یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی (متفق علیہ)۔

منکرین اس حدیث مبارکہ سے استدلال فاسد کرتے ہیں تینوں مساجد کے علاوہ کسی بھی جگہ چاہے روضہ رسول ﷺ ہو، مزارات انبیاء و اولیاء ہوں کیلئے سفر کرنا حرام ہے؟

آپ کی اس حدیث کی صحیح توضیح کیلئے اکابرین امت کی طرف رجوع کرتے ہیں تا کہ مانعین کے اوہام فاسد کی قلعی کھل جائے علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی لکھتے ہیں:

"ان المراد لاتشد الرحال الی مسجد من المساجد للصلوة فیه غیر هذا واما قصد زیارة صالح ونحوها فلایدخلوا تحت النهی ویؤیده ما فی مسند احمد قال رسول اللہ ﷺ لاینبغی للمصلی ان یشد رحاله الی مسجد یبتغی فیه الصلوة غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی"۔

مراد یہ ہے کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر نہ کرنا سوائے

ان تین مساجد کے لیکن کسی بزرگ کی زیارت یا کسی اور کام کے لئے کسی جگہ کا سفر کرنا اس نہی (منع) میں داخل نہیں اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی نمازی کو کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر نہیں کرنا چاہئے سوائے مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔

(حاشیہ بخاری ج ا ص ۱۵۸ مطبوعہ کراچی)

مذکورہ بالا عبارت سے چند نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ "لاتشد الرحال" سے مراد یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف اتنی فضیلت کا نظریہ رکھ کر قصد کرنا یہ جائز نہیں کسی بزرگ کی زیارت کیلئے سفر کرنا اور مزارات انبیاء واولیاء کیلئے سفر کرنا جائز ہے اس حدیث میں جو نہی ہے مزارات اس میں داخل نہیں ہیں۔

اس عبارت میں حدیث "لاتشد الرحال" کی تفسیر مسند امام احمد والی حدیث سے کردی گئی کہ "لاتشد الرحال سے اور مساجد کی طرف سفر اس نیت سے منع ہے تو پھر یہی تفسیر راجح ہوتی۔ مسند امام کی حدیث میں مستثنیٰ منہ کا ذکر موجود ہے تو پھر اور مساجد کی طرف سفر کرنا منع ہے۔ علامہ عبدالوہاب بن عساکر متوفی ۶۸۶ھ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"وقوله لاتشد الرحال معناه انه اذا نذر الصلوة في بقعة غير هذه المساجد الثلاثة لايلزمه او لاينعقد نذره لاتشد الرحال".

کا معنی یہ ہے کہ جس کسی شخص نے ان مساجد کے علاوہ مسجد کی طرف نماز کی نذر مانی نذر نہ واجب ہوگی اور نہ ہی نذر منعقد ہوگی۔

(اتحاف الزائر ص ۳۳ مطبوعہ انڈیا)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۰۵ھ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ "شد رحال" سے استدلال کرنے والا انبیاء کرام حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے قبور روکتا ہے اس سے منع کرنا بالکل محال ہے اور جب انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات کی زیارت جائز قرار پائی تو اولیاء، علماء اور بزرگوں کے مزارات بھی انہیں کے حکم میں ہیں۔

(نور الایمان ص ۹۳ مطبوعہ صفہ پبلی کیشنز لاہور)

حضرت سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لاتجعلوا قبری عیدا ولاتتخذوا بیوتکم قبورا وصلوا علی حیثما کنتم فان صلوتکم تبلغنی".

(ابوداؤد شریف)

تم میری قبر کو عید نہ بناؤ اور اپنے گھر کو قبریں نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو جہاں کہیں بھی ہو بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی بھی منکرین غلط تشریح کر کے حرمت زیارت مزارات انبیاء واولیاء ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں چند جوابات ملاحظہ ہوں۔ علامہ نورالدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قال الحافظ المنذري يحتمل ان يكون المراد به الحث على كثرة زيارة قبره ﷺ وان لايهمل حتى لايزار الا في بعض الاوقات كالعبد الذي ياتي في العام الامرتين قال ويويده قوله لاتجعلوا بيوتكم قبورا اى لاتتركوا الصلوة فيها حتى تجعلوها كالقبور التي لايصل فيها قال السبكي ويحتمل ان يكون المراد لاتتخذوا وقتا مخصوصا لاتكون الزيارة الا فيه لاتجعلوا قبري عيدا".

۱۔ حافظ منذری نے فرمایا اس حدیث میں احتمال ہے کہ اس حدیث سے زیارت روضہ رسول ﷺ پر کثرت سے ابھارنا مراد ہے۔

۲۔ یا اس میں یہ احتمال ہے کہ روضہ رسول کی زیارت کو نہ ترک کیا جائے یہاں تک بعض اوقات اس کی زیارت کی جائے کی جائے اس شخص کی طرح جو سال میں صرف دو مرتبہ زیارت کے لیے ہے۔

۳۔ انہوں نے کہا اس بات کی تائید رسول اللہ ﷺ کا قول "لاتجعلوا بیوتکم قبور" بھی کرتا ہے کہ تم نماز کو اپنے گھروں میں پڑھنا ترک نہ کرو۔ یہاں تک انہیں قبروں کی طرح بنالو جن میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔

۴۔ علامہ سبکی نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زیارت کے لئے کوئی مخصوص وقت مقرر نہ کرلو کہ اس میں ہی زیارت کی جائے (جب وقت ملے تو روضہ رسول ﷺ کی زیارت کو آؤ)۔

(وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۹۱ مطبوعہ بیروت)

بقیہ صفحہ نمبر 22

مسئلہ زیارت قبور

مناظر اسلام ترجمان فکر رضا علامہ
محمد کاشف اقبال مدنی

حضور ﷺ کی قبر انور کی زیارت:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے حج کیا اور میرے وصال مبارک کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(مشکوٰۃ، ص ۲۸۹، کنز العمال، ج ۸، ص ۹۹، دار قطنی، ج ۲، ص ۲۷۹)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(دار قطنی، ج ۲، ۲۸۰)

حدیث اول بیہقی ج ۵، ۲۴۶ پر بھی ہے۔

حضور ﷺ کا حکم مبارک:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبروں کی زیارت سے میں نے تمہیں منع کیا تھا اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔

(مسلم شریف، ج ۱، ص ۳۱۴۔ ترمذی ج ۱، ۱۲۵، ابوداؤد ج ۲، ۱۰۵)

قبروں کی زیارت کیا کرو اس لیے کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

(ترمذی، ج ۱، ۱۲۵، کنز العمال ج ۸، ص ۹۸)

آپ ﷺ نے قبور کی زیارت کی اجازت دی۔

(بیہقی ج ۱، ص ۱۲۵)

حضور ﷺ کا عمل مبارک:

حضور ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کی زیارت کی اور (ان کی یاد میں) وہاں اتنا روئے کہ کبھی اتنا نہ روئے تھے۔

(مستدرک ج ۱، ص ۳۷۵)

حضور ﷺ شہدا کی قبور پر مع صحابہ جایا کرتے تھے۔

(ابوداؤد ج ۱، ص ۲۷۹۔ بیہقی ج ۵، ص ۲۴۹)

آپ ﷺ مع صحابہ ہر سال شہدا کی قبور کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴، ص ۴۵)

حضور ﷺ قبرستان جا کر السلام علیکم کہتے تھے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

قبرستان میں جوتے سمیت جانے کی ممانعت:

حضور ﷺ نے ایک آدمی کو قبروں کے درمیان جوتے سمیت دیکھا تو فرمایا کہ اسے اتار دے۔

(نسائی۔ ج ۱، ص ۲۸۷)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل مبارک:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابو بکر کی وفات کے بعد ان کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئیں۔

(ترمذی، ج ۱، ۲۰۳۔ مشکوٰۃ ص ۱۲۹)

حضرت عائشہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبور کی زیارت کے لیے تشریف لایا کرتی تھیں۔

(مشکوٰۃ، ص ۱۵۴۔ مسند امام احمد، ج ۶، ص ۲۰۲)

حضرت فاطمہ حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت کے لیے ہر جمعے تشریف لے جاتی تھیں۔

(مستدرک ج ۱، ص ۳۷۷)

مزید احادیث:

آپ ﷺ نے قبرستان جا کر اسلام علیکم کہنے کا حکم دیا۔
(مسلم، ج ۱، ۳۱۴)

مزید فرمایا کہ جب بھی کوئی اپنے مسلمان بھائی جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا۔ کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے، اور سلام کہتا ہے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (مختصراً)
(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۲۸)

مزید فرمایا اگر دنیا میں صاحب قبر سے واقفیت تھی تو صاحب قبر سلام کہنے والے کو پہچان بھی لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔
(کتاب الروح ص ۵، از ابن قیم وہابی)

حضور ﷺ ایک شہید کی میت کے قریب تشریف فرما ہوئے اور فرمایا لوگوان کی زیارت کیا کرو خدا کی قسم جوان کو سلام کہتا ہے یہ اس کا جواب دیتے ہیں۔
(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۱، شرح الصدور ص ۸۴، مستدرک ج ۲ ص ۲۴۸)

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ جب کوئی کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کرتا ہے جتنی دیر وہ وہاں رہتا ہے صاحب قبر اس سے اس انس حاصل کرتا ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۴۲۸، کتاب الروح، ص ۵)

صحابہ کرام کا عمل مبارک:

حضرت عثمان غنی کسی بھی قبر پر تشریف رکھتے تو بہت روتے۔
(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۱)

حضرت عمر نے معاذ بن جبل کو حضور ﷺ کی قبر انور کے نزدیک روتے دیکھا۔
(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵۰)

حضور ابو ایوب انصاری قبر انور کی زیارت کے لیے آئے۔
(مستدرک ج ۴ ص ۵۱۵)

حضرت عمر کے دور میں قحط پڑ گیا صحابی قبر انور پر حاضر ہوئے اور بارش کے لیے دعا کی گزارش کی۔
(فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۵)

حضرت ابو بکر صدیق نے وصیت فرمائی کہ میرے وصال کے بعد میری میت کو قبر انور کے پاس لے جانا حجرہ مبارک کے باہر رکھ کر اجازت مانگنا ایسا ہی کیا گیا اندر سے آواز آئی دوست کو دوست کے ساتھ جلد ملا دو۔
(تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۸۷، خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۵۸)

حضرت ابن عمر بھی شہدا کی قبور پر گئے سلام کیا جواب پایا ان کا بیان ہے کہ میں نے قبر کے پاس نوافل پڑھے۔
(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۵)

قبر کی زیارت سے منع نہ فرمایا:

ایک عورت قبر کے نزدیک رو رہی تھی فرمایا صبر کر۔
(بخاری۔ ج ۱ ص ۱۷۱)

فرشتوں کی قبر انور پر حاضری:

حضرت کعب نے فرمایا کہ ہر صبح فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں اور ہر رات بھی ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں اور قبر انور کی زیارت کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں۔
(تفسیر ابن کثیر، ج ۳ ص ۵۱۷)

قبر پر ختم پڑھنا:

حضرت علاء نے اپنے صاحبزادے کو وصیت کی کہ جب تم مجھے دفن کر دو۔ تو میرے سرہانے کی طرف سورۃ البقرہ کا اول پڑھنا، اور اس کی آخری آیت بھی۔ (بیہقی۔ ج ۴ ص ۵۶)

اسی بات کے ثبوت کے لیے مشکوۃ ص ۱۴۹ پر حضور ﷺ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

قبر پر اہل قبر کے لیے ایصال ثواب:

حضور ﷺ نے سعد بن معاذ کی قبر پر تشریف فرما ہو کر اہل قبر کے لیے استغفار اور تکبیریں۔۔۔۔ فرمایا ہمارے ایسا کرنے سے اللہ نے اس کی قبر کشادہ فرما دیا۔
(مشکوۃ ص ۲۶، مسند امام احمد ج ۳ ص ۳۶۰)

میت کے لیے دعائے مغفرت:

عبید بن عامر کے انتقال کے بعد حضور ﷺ نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ (مسلم، ج ۱، ص ۳۰۳)

قبر پر سبز چیز رکھنا:

حضور ﷺ نے کھجور کی ٹہنی کے دو ٹکڑے کر کے دو قبروں پر رکھے۔

(بخاری، ج ۱، ص ۱۸۴۔ مسلم ج ۱ ص ۱۴۱۔ ترمذی ج ۱ ص ۲۱۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۴، نسائی ج ۱ ص ۶)

قبر پر چادر کا ثبوت:

محمد بن ابوبکر نے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قبر انور کی زیارت کرنے کی گزارش کی تو حضرت عائشہ نے تینوں کی قبور سے اچھاڑ (چادر) ہٹا کر قبور کی زیارت کرائی۔

(ابوداؤد، ج ۲ ص ۱۰۳۔ مشکوۃ ص ۱۳۹۔

حضرت فاطمہ کی قبر پر کپڑے کا اچھاڑ اچڑھایا گیا۔

(المغرب ج ۲ ص ۲۱۷

وہابی علماء سے تائید:

غیر مقلدین کے قاضی شوکانی لکھتے ہیں، کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

(نیل الاوطار ج ۴، ص ۱۱۷

مزید لکھتے ہیں کہ تمام احادیث میں قبور کی زیارت کے لیے جانا حکم شرعی سے ثابت ہوا۔ اور نہ زیارت کرنے کی تمام احادیث منسوخ ہو گئیں۔

(نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۱۷

جمعیت اہل حدیث کے امیر پروفیسر نے امام وہابیہ کے صادق سیالکوٹی نے حضور ﷺ کی حدیث قبور کی زیارت کیا کرو اور زیارت قبور کی مسنون دعا نقل کی ہے۔

(نماز جنازہ ص ۶۲، ۶۳

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

قارئین کرام زیارت قبور کے جواز کے دلائل سینکڑوں کتب حدیث میں موجود ہیں خوف طوالت سے بچتے ہوئے ہم ان ہی دلائل پر اکتفا کرتے ہیں۔ خدا مخالفین کو بھی ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ صفحہ نمبر 19

۵۔ مولانا غازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "لاتجعلوا قبری عیدا" یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ اس کا مطلب بھی ناظرین سے (بعد لحاظ ثبوت مشروعیت زیارت قبر ثبوت بقران وحدیث وقیاس) مخفی نہیں رہ سکتا یعنی یہود و نصاری کی طرح بغیر قصد حصول مغفرت وسلام وصلوۃ صرف لباس فاخرہ پہن کر میری قبر کے پاس لہو ولعب میں مشغول ہو جاؤ۔

(بحوالہ بردو رسالہ ص ۲۷، ۲۸ مطبوعہ گولڑہ شریف)

مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہوا کہ "لاتجعلوا قبری عیدا" حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اس حدیث سے روضہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت پر کثرت سے ابھارنا مقصود ہے۔ اور عید نہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عید صرف سال میں دو مرتبہ آتی ہے اسی طرح تم روضہ رسول کی زیارت ایک دو دفعہ متعین نہ کر لو بلکہ جب بھی موقع ملے۔ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے جانا باعث برکت وحصول رحمت ہے۔

تعزیتی خبر

"كل نفس ذائقة الموت" کے امر ربی کے تحت ہر جان نے اس دنیا میں آنے کے بعد ایک نہ ایک دن اس کو ضرور الوداع کہنا ہے تو اس سلسلہ کی نہایت افسوس ناک خبر یہ ہے کہ ماہنامہ چاریار مصطفےٰ ﷺ کی مجلس مشاورت کے سربراہ علامہ ڈاکٹر پیر فضیل عیاض قاسمی صاحب کی بھابھی پیر طریقت رہبر شریعت پیر محمد جہانزیب قاسمی صاحب کی اہلیہ محترمہ گذشتہ دنوں انتقال فرما گئیں ہیں۔ جو موہڑہ شریف کے خاندان کیلئے انتہائی غم زدہ بات ہے اس صورت حال میں حجۃ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی، مرکزی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان وسرپرست اعلیٰ ماہنامہ چاریار مصطفےٰ ﷺ مفتی مختار علی رضوی، علامہ محمد شفیق قادری، علامہ فدا حسین رضوی، غلام حسین عرفانی اور جملہ کارکنان ماہنامہ چاریار مصطفےٰ ﷺ پیر محمد جہانزیب قاسمی ان کے صاحبزادگان پیرزادہ جمال قاسمی، پیرزادہ صبغۃ اللہ قاسمی، علامہ ڈاکٹر پیر فضیل عیاض قاسمی، پیر اورنگزیب قاسمی، پیر طریقت علامہ پیر فاروق اولیاء بادشاہ، علی افضل خان جدون سابق صوبائی وزیر منیر جدون، انور جدون ایڈووکیٹ، وسیم خان جدون اور ندیم خان جدون سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ مغفورہ کے درجات کو بلند فرمائے اور جملہ خاندان موہڑہ شریف اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

نعرۂ تحقیق چاریار حق پر اعتراضات کے جوابات

تحریر
استاذ العلماء والفضلاء
محمد احسان اللہ نقشبندی کیلانی
جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم۔ بسم الله الرحمن الرحيم۔

"لَا يَسْتَوِىْ مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ"۔

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

توضیح وتفسیر:

اس آیت مقدسہ کی مختصر توضیح وتفسیر یہ ہے کہ "لایستوی" جو کہ باب افتعال سے ہے یہاں بمعنی تفاعل مستعمل ہے جیسا کہ تفسیر مظہری میں اسی آیت مقدسہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

"لايستوى افتعال بمعنى التفاعل وفاعله من انفق مع ما عطف عليه المحذوف يعني لايستوي من انفق قبل الفتح وقاتل قبله ومن انفق بعد الفتح وقاتل بعده"۔

(مظہری سورہ حدید پارہ نمبر ۲۷)

لایستوی باب افتعال ہے اور تفاعل کے معنی میں مستعمل ہے اور اس کا فاعل معطوف محذوف سمیت من انفق الخ ہے تقدیری عبارت یوں ہے "لايستوى من انفق قبل الفتح وقاتل قبله ومن انفق بعد الفتح وقاتل بعده" اور مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا آپس میں برابر نہیں ہیں۔

فتح سے مراد فتح مکہ ہے اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے اور بعض مفسرین نے اس سے مراد صلح حدیبیہ لیا ہے "اولئك اعظم درجة" میں "اولئك" کا اشارہ "من انفق قبل الفتح وقاتل" کی طرف ہے اور "مــن" لفظاً مفرد اور معنی جمع ہے اس لئے جہت لفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے "انفق" اور "قاتل" کی دونوں ضمیریں مفرد لائی گئیں اور جہت معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے "اولئك" اسم اشارہ جمع لایا گیا جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے اور باوجود اس کے کہ مقام ضمیر کا تھا اسم اشارہ لایا گیا اور وہ بھی بعید کا تو یہ تعظیم کیلئے ہے "اعظم درجة" یعنی وہ لوگ جو ان دو صفتوں کے ساتھ متصف ہیں ان کا مرتبہ بلندتر ہے کن لوگوں سے؟ "من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا" ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور ان سے مراد قیامت تک کے بعد میں آنیوالے ہیں جیسا کہ تفسیر صاوی میں ہے:

"وهو صادق لكل من آمن وانفق من بعد الفتح الى يوم القيامة"۔

(تفسیر صاوی جلد ۴ ص ۶۲)

یعنی یہ ہر اس شخص پر صادق ہے جو فتح مکہ کے بعد تا قیامت ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔

"وکلا وعد الله الحسنی"۔

اوران دونوں فریقوں میں سے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے مثوبۃ حسنی یعنی جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ "کـلا وعـد" کا مفعول اول ہے اور "الـحـسـنـی" مفعول ثانی۔ وعدہ تو ان سب کے ساتھ جنت کا ہے لیکن درجات متفاوت ہیں جیسا کہ تفسیر مدارک میں فرماتے ہیں:

"الحسنی ای المثوبة الحسنی وهی الجنة مع تفاوت الدرجات"۔

(تفسیر مدارک جلد دوم سورہ حدید)

یعنی حسنی سے مراد مثوبۃ حسنی ہے اور وہ جنت ہے سمیت تفاوت درجات کے۔

شان نزول:

متعدد مفسرین کرام جیسے علامہ قرطبی، علامہ محمود آلوسی بغدادی صاحب تفسیر روح المعانی، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری، امام نسفی صاحب تفسیر مدارک رحمہ اللہ علامہ جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف اور دیگر متعدد اصحاب تفسیر نے امام کلبی رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ یہ آیت مقدسہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ روح المعانی میں ہے:

"والآية علی ما ذكره الواحدی عن الكلبی نزلت فی ابی بكر الصديق رضی اللہ عنہ ای بسببه وانت تعلم ان خصوص السبب لايدل علی تخصيص الحكم فلذالك قال اولئك ليشمل غيره رضی اللہ عنہم ممن اتصف بذالك نعم هو اكمل الافراد فانه انفق قبل الفتح وقبل الهجرة جميع ماله وبذل نفسه معه عليه الصلاة والسلام ولذا قال صلی اللہ علیہ وسلم ليس احدا من علی بصحبته من ابی بكر وذالك يكفی لنزولها فيه"۔

(روح المعانی جلد ۲۷، ص ۱۷۳)

یعنی علامہ واحدی نے امام کلبی کی روایت نقل فرمائی ہے کہ یہ آیت مقدسہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی یعنی اس کا سبب نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ سبب کے خصوصیت حکم کی تخصیص پر دلالت نہیں کرتی۔ اسی لئے "اولئک" فرمایا گیا تا کہ یہ آیت مقدسہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی جو ان صفات سے متصف ہیں ان کو شامل ہو سکے۔ ہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے سب سے اکمل فرد ہیں کیونکہ انہوں نے فتح مکہ سے قبل اور ہجرۃ سے قبل اپنا جمیع مال خرچ کیا اور اپنی ذات بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اشاعت اسلام کیلئے مصروف کار رکھی۔ اسی لئے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر سنگت میں مجھ پر احسان کرنیوالا کوئی نہیں ہے اور اتنی بات ہی اس آیت مقدسہ کے آپ کے حق میں نازل ہونے کیلئے کافی ہے۔

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر سنگت میں مجھ پر احسان کرنیوالا کوئی نہیں ہے

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں:

"قلت هذه الآية بمنطوقه تدل علی افضلية السابقين الاولين من المهاجرين والانصار علی من آمن بعد الفتح وانفق حينئذ وبمفهومه وسياقه يدل علی افضلية ابی بكر الصديق رضی اللہ عنہ علی سائر الصحابة وافضلية الصحابة علی سائر الناس فان مدار الفضل علی السبقة فی الاسلام والانفاق والجهاد"۔

(تفسیر مظہری پارہ ۲۷ سورہ حدید)

میں کہتا ہوں یہ آیت مقدسہ اپنے منطوق کے اعتبار سے مہاجرین وانصار میں سے جو سابقین واولین ہیں ان کی فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں اور خرچ کرنے والوں پر افضلیت کو ظاہر کرتی ہے اور اپنے مفہوم وسیاق کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ کرام پر افضلیت پر اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باقی تمام لوگوں پر افضلیت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ فضیلت کا دار ومدار اسلام، انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سبقت لے جانے پر ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

"قال ابوالحسن الاشعری تفضيل ابی بكر علی غيره من الصحابة قطعی قلت قد اجمع عليه السلف"۔

(تفسیر مظہری زیر آیت مذکورہ)

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قطعی ہے میں کہتا ہوں اس مسئلہ پر اسلاف کا اجماع ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس آیت مقدسہ سے تین امور ثابت ہوئے:

۱۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسنیٰ کا وعدہ ہے یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اور یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے برحق اور سچے مومن ہونے کی دلیل ہے۔

۲۔ اگرچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی اور سچے مومن ہیں لیکن ان کے درجات آپس میں متفاوت ہیں۔ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے بعد والوں سے افضل ہیں کیونکہ مذکورہ آیت مقدسہ کے درجات کا تفاوت بیان کرنے کیلئے ہی نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے:

"لایستوی منکم من انفق قبل الفتح وقاتل بیان لتفاوت درجات المنفقین حسب تفاوت احوالهم فی الانفاق بعد بیان ان لهم اجرا کبیرا علی الاطلاق"۔

(جلد نمبر ۲۷ ص ۱۷۱)

آیت مقدسہ "لایستوی منکم من انفق قبل الفتح وقاتل الآیۃ" اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے درجات کے تفاوت کا بیان ہے بعد اس کے کہ ان کیلئے علی الاطلاق اجر کبیر ہے اور یہ درجات کا تفاوت انفاق فی سبیل اللہ میں ان کے احوال کے تفاوت پر مبنی ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق تمام امت سے افضل ہیں اور ان کی افضلیت قطعی ہے اس پر اجماع امت ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برحق اور جنتی مانتے ہوئے ان میں فرق مراتب کے بھی قائل ہیں اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کی بالترتیب ساری امت سے افضل جانتے ہیں جیسا کہ ان کی کتب عقائد میں یہ باب مصرح ہے چنانچہ شرح العقیدۃ الطحاویہ میں ہے:

"ونحب اصحاب النبی ولانفرط فی حب احد منهم ولانتبرا من احد منهم ونبغض من یبغضهم وبغیر الحق یذکرهم ولانذکرهم الا بخیر وحبهم دین وایمان واحسان وبغضهم کفر ونفاق وطغیان ومن احسن القول فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وازواجه وذریاتهم فقد بریء من النفاق"۔

(عقیدہ طحاویہ ص ۴۲۸)

ہم (اہل سنت وجماعت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی کی محبت میں حد سے نہیں بڑھتے اور نہ ہی ان میں سے کسی سے بیزاری اور تبراء اختیار کرتے ہیں اور ہم ہر اس شخص سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا ہے اور ان کو برائی سے یاد کرتا ہے اور ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر سوائے خیر کے نہیں کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض کفر، نفاق اور سرکشی ہے جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، ازواج اور اولاد کے بارے میں اچھی بات کہے (درست عقیدہ رکھے) وہ نفاق سے بری ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق تمام امت سے افضل ہیں اور ان کی افضلیت قطعی ہے اس پر اجماع امت ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے

اس کے ساتھ ساتھ اہل سنت وجماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فرق مراتب کے بھی قائل ہیں جیسا کہ اس پر قرآن وسنت کے نصوص دلالت کرتی ہیں۔ پس اہل سنت وجماعت کا اجماع اس بات پر ہے کہ سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد سب سے افضل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد سب سے افضل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد تمام امت میں سے افضل حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ اہل سنت وجماعت کی عقائد کی معروف ومتداول کتاب العقائد النسفیہ میں ہے:

"افضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصدیق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذوالنورین ثم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

یعنی جس ترتیب سے یہ چاروں مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے ہیں اسی ترتیب سے ان کی افضلیت ہے جیسا کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الایمان میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ومقام ثانی آنکه افضلیت خلفاء اربعه بترتیب خلافت

است یعنی افضل اصحاب ابوبکر است ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم"۔ (تکمیل الایمان)

اور مقام ثانی یہ ہے کہ خلفاء اربعہ کی افضلیت کی ترتیب ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد سب سے افضل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور پھر ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔

اس مسئلہ میں اہل سنت وجماعت کی مخالفت کرنیوالے روافض (شیعہ) ہیں ان کے نزدیک سب سے افضل اور خلیفہ بلافصل یعنی حضور ﷺ کے بعد سب سے پہلے خلافت کے حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ان سے پہلے والے تین خلفاء ناحق خلیفہ ہوئے ہیں اہل سنت وجماعت ان کے رد میں "حق چاریار" کا نعرہ لگا کر اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ترتیب افضلیت اور ترتیب خلافت میں قرآن وسنت اور جماعت امت کی رو سے تحقیق یہی ہے کہ یہ چاروں خلفاء اسی ترتیب سے اپنے اپنے وقت میں خلیفہ ہونے میں اور اسی ترتیب سے عنداللہ تمام امت سے افضل ہونے میں برحق ہیں پس جب اہل سنت وجماعت اپنے اس عقیدے کا اظہار کرنے کیلئے اور روافض کا رد کرنے کیلئے نعرۂ تحقیق حق چاریار لگاتے ہیں تو اس سے یہی معنی مراد لیتے ہیں لہذا اہل سنت وجماعت کے اس نعرہ پر یہ اعتراض بالکل لغو ہے کہ اگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا احساس کر کے خلافت راشدہ کے نعرے لگانے تھے تو "حق پنج یار" کہنا چاہیے تھا تا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بھی تحفظ مل جاتا اور اگر منکرین صحابہ کی سرکوبی کیلئے نعرے لگانے تھے تو انہیں "حق سب یار" کا نعرہ لگانا چاہیے تھا تا کہ جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منکر ہیں ان کی بھی تردید ہو جاتی مگر موجودہ نعرہ حق چاریار میں بغض اہل بیت کی بو آتی ہے یا بغض صحابہ کی رضی اللہ عنہم کذا فی زبدۃ التحقیق لعبدالقادر شاہ ص ۱۲۹۔

کیونکہ ہم کہتے ہیں یہ اعتراض تب ہو سکتا ہے جب "حق چاریار" کا نعرہ لگانے والے کی مراد یہ ہو کہ برحق خلفاء صرف چار ہیں اور کوئی خلیفہ برحق نہیں ہے یا اس کی مراد یہ ہو کہ "صرف یہی چار صحابہ کرام برحق یعنی سچے مومن ہیں اور کوئی سچا مومن نہیں ہے" حالانکہ اہل سنت وجماعت کی "حق چاریار" کے نعرہ سے قطعاً یہ مراد نہیں ہوتی اور جو اس سے یہ معنی مراد لے وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔ اہل سنت وجماعت تو رافضیوں کے اس عقیدے کا رد کرنے کیلئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے پہلے بلافصل خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ ہی تمام امت میں سب سے افضل ہیں۔ پہلے تین خلفاء ناحق خلیفہ ہوئے اور اپنے اس عقیدہ حقہ کا اظہار کرنے کیلئے کہ "قرآن وسنت اور جماعت امت کی روشنی میں تحقیق یہی ہے کہ یہ چاروں خلفاء جس ترتیب سے خلیفہ بنے ہیں اپنی اسی ترتیب خلافت میں اور ترتیب افضلیت میں برحق ہیں" حق چاریار کا نعرہ لگاتے ہیں۔

نعرۂ تحقیق کے جواب حق چاریار پر مزید اعتراضات کے جوابات

نعرۂ تحقیق کا جواب جب "حق چاریار" دیا جائے

اعتراض: تو اس میں "حق" خبر ہے اور "چاریار" مبتدا ہے اور خبر مبتدا سے پہلے لائی گئی ہے حالانکہ خبر کا مرتبہ مبتدا سے موخر ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ "تقدیم ماحقہ التاخیر یفید الحصر" کہ جس کا مرتبہ موخر ہوا سے مقدم کر دینا فائدہ حصر کا دیتا ہے، لہذا "حق چاریار" میں حق پہلے کہنے سے معنی یہ نکلے کہ صرف یہی چار حق ہیں اور کوئی حق پر نہیں ہے حالانکہ سب صحابہ کرام حق پر ہیں چار کو حق کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں باقیوں کو نکالنے میں مضائقہ ہے اور "حق" خبر کو "چاریار" مبتدا پر مقدم کرنے میں "حق" کا چاریار میں حصر ہو جاتا ہے اور یہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حق کی نفی کر دیتا ہے کیونکہ حصر کا یہی مطلب ہے کہ اپنے محصور کے اندر جس چیز کو ثابت کرے غیر سے اس کی نفی کرے اور یہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں سخت گستاخی ہے لہذا نعرۂ تحقیق کا جواب حق چاریار کی بجائے حق سب یار ہونا چاہیے؟

جواب: جواب سے پہلے بطور تمہید عرض ہے کہ قصر کا لغوی معنی ہے حبس یعنی بند کرنا اور بلغاء کی اصطلاح میں قصر نام ہے "تخصیص شیء بشیء بطریق مخصوص"۔ (مختصر المعانی باب القصر) کا یعنی ایک شیء کو دوسری شیء کے ساتھ ایک مخصوص طریقے سے خاص کرنا۔

مختصر المعانی کی شرح دسوقی میں اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے اور اس میں مذکورہ شیء اول اور شیء ثانی کی وضاحت کرتے ہوئے ار[شاد] فرماتے ہیں:

"ای تخصیص موصوف بصفة او صفة بموصوف فالباء داخلة علی المقصور والشیء الاول ان ارید به الموصوف کان المراد بالشیء الثانی الصفة والعکس وذالك لان التخصیص یتضمن مطلق النسبة المستلزمة لمنسوب ومنسوب الیه فان کان المخصص منسوبا فهو الصفة و[ان]

کان منسوباً الیہ فھو الموصوف والمراد بتخصیص الشیء بالشیء الاخبار بثبوت الشیء الثانی للشیء الاول دون غیرہ فالقصر مطلقا یستلزم النفی والاثبات"

(شروح التلخیص جلد۲ص ۱۶۶باب القصر)

موصوف کو صفت کے ساتھ خاص کرنا یا صفت کو موصوف کے ساتھ خاص کرنا پس باء مقصور پر داخل ہے اور شیء اول سے اگر موصوف مراد ہو تو شیء ثانی سے صفت مراد ہوگی اور اگر شیء اول سے صفت مراد ہو تو شیء ثانی سے موصوف مراد ہوگا اور شیء اول وثانی میں ایک سے موصوف اور دوسری سے صفت اس لئے مراد لی ہے کہ تخصیص مطلق نسبت کو متضمن ہے جو کہ منسوب اور منسوب الیہ کو مستلزم ہے پس اگر مخصص منسوب ہوا تو وہ صفت ہوگی اور اگر منسوب الیہ ہوا تو وہ موصوف ہوگا اور ایک شیء کی دوسری شیء سے تخصیص سے مراد اس بات کی خبر دینا ہے کہ ایک شیء دوسری شیء کیلئے ہی ثابت ہے کسی اور کیلئے ثابت نہیں ہے پس قصر مطلقا نفی اور اثبات کو مستلزم ہے۔

یعنی قصر میں مطلقا دو دعوے ہوتے ہیں ایک ایجابی اور دوسرا سلبی۔ ایجابی یہ کہ یہ چیز اس چیز کے لئے ثابت ہے اور سلبی یہ کہ یہ چیز اس کے علاوہ (جس کیلئے ثابت ہے) کسی اور کیلئے ثابت نہیں ہے۔

اقسام قصر:

قصر دو قسم ہے:

۱۔ حقیقی ۲۔ اضافی

قصر حقیقی یہ ہے کہ جس چیز کو دوسری میں بند کیا ہے وہ نفس الامر میں بھی اسی میں محصور ہو اور اس کے علاوہ قطعا اور کی طرف متجاوز نہ ہو جیسے "ماخاتم الانبیاء والرسل الا محمد ﷺ" یعنی ختم نبوت اور ختم رسالت حضرت محمد ﷺ میں ہی محصور ہے کسی اور کیلئے قطعا ثابت ومتجاوز نہیں ہے۔

قصر اضافی یہ ہے کہ جو چیز کسی دوسری چیز میں بند ہے اور اس کے غیر کی طرف متجاوز نہیں اس کا عدم تجاوز کسی مخصوص شیء کی بہ نسبت ہو اگرچہ اس مخصوص شیء کے علاوہ کسی اور شیء کی طرف اس کا تجاوز ممکن ہو، چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ مختصر المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں:

"لانتخصیص الشیء بالشیء اما ان یکون بحسب الحقیقۃ وفی نفس الامر بان لایتجاوزہ الی غیر اصلا وھو الحقیقی او بحسب الاضافۃ الی شیء آخر بان لایتجاوزہ الی ذالک الشیء وان امکن ان یتجاوزہ الی شیء آخر"۔

(مختصر المعانی باب القصر)

قصر کا دو قسموں حقیقی اور اضافی میں حصر اس لئے ہے کہ ایک شیء کی دوسری شیء کے ساتھ تخصیص یا تو بحسب حقیقت یعنی نفس الامر میں ہوگی بایں طور کہ وہ شیء جو دوسری میں بند ہوئی ہے اس کے علاوہ کسی اور کی طرف قطعا متجاوز نہ ہو تو وہ قصر حقیقی ہوگا یا ایک شیء کی دوسری شیء کیساتھ تخصیص کسی اور شیء کی بہ نسبت ہوگی بایں طور کہ شیء مقصود اپنے مقصود علیہ کے علاوہ اس خاص شیء کی طرف متجاوز نہ ہوگی اگرچہ اس کیلئے اپنے مقصود علیہ سے اس خاص شیء کے علاوہ کسی اور شیء کی طرف تجاوز ممکن ہے۔

پھر قصر حقیقی ہو یا اضافی ہر ایک دو دو قسم ہے:

۱۔ قصر الموصوف علی الصفۃ

۲۔ قصر الصفۃ علی الموصوف

قصر الموصوف علی الصفۃ کے متعلق علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ مختصر المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ھو ان لایتجاوز الموصوف تلک الصفۃ الی صفۃ اخری لکن یجوز ان تکون تلک الصفۃ لموصوف آخر"۔

(مختصر المعانی باب القصر)

یعنی قصر الموصوف علی الصفۃ یہ ہے کہ موصوف جس صفت میں بند کیا گیا ہے اس سے کسی اور صفت کی طرف متجاوز نہ ہو لیکن یہ جائز ہے کہ وہ صفت جس میں یہ موصوف بند ہے اس کے علاوہ کسی اور موصوف کے لئے بھی ثابت ہو۔

پس موصوف جس صفت میں بند کیا گیا ہے اگر اس سے کسی اور صفت کی طرف بالکل متجاوز نہ ہو اگرچہ اس خاص صفت کے علاوہ کسی اور صفت کی طرف متجاوز ہو یہ قصر الموصوف علی الصفۃ اضافی ہے لیکن ان دونوں صورتوں میں صفت کیلئے جائز ہے کہ وہ اس موصوف کے علاوہ کسی اور موصوف کی صفت بن سکے جیسے "مازید الا قائم" کہ اس میں زید موصوف کو صفت قیام میں بند کر دیا گیا ہے لیکن صفت قیام زید میں بند نہیں ہے۔

اور قصر الصفۃ علی الموصوف یہ ہے کہ

"ان لایتجاوز تلک الصفۃ ذالک الموصوف الی موصوف

آخر لکن یجوز ان یکون لذالك الموصوف صفات اخر"۔
(مختصر المعانی باب القصر)

قصر الصفۃ علی الموصوف یہ ہے کہ وہ صفت اس موصوف سے جس میں بند ہے کسی اور موصوف کی طرف متجاوز نہ ہو لیکن یہ جائز ہو کہ اس موصوف کیلئے اور صفات ہوں جیسے "ما قائم الا زید" نہیں کھڑا مگر زید یعنی صفت قیام زید ہی میں بند ہے اس کے علاوہ کسی اور کیلئے ثابت نہیں ہے اگرچہ زید کیلئے قیام کے علاوہ اور صفات سے متصف ہونا جائز ہے۔

یہاں بھی صفت کو جس موصوف میں بند کیا گیا ہے اگر اس کے علاوہ کسی اور موصوف کی طرف قطعاً متجاوز نہ ہو تو یہ قصر الصفۃ علی الموصوف حقیقی ہے جیسے "ما خاتم الانبیاء والرسل الا محمد ﷺ" کہ صفت ختم نبوت ورسالت حضرت محمد ﷺ میں محصور ہے کسی اور کی طرف بالکل متجاوز نہیں ہے جیسا کہ گذر چکا ہے لیکن آپ ﷺ صفت ختم نبوت کے علاوہ اور صفات مثلاً شفاعت وغیرہا سے بھی متصف ہیں اور اگر صفت جس موصوف میں بند ہے اس سے کسی خاص موصوف کی طرف متجاوز نہ ہو اگرچہ اس خاص موصوف کے علاوہ کسی اور کی طرف متجاوز ہو تو یہ قصر الصفۃ علی الموصوف اضافی ہے جس کی مثال "ما قائم الا زید" گذر چکی ہے کہ قیام جو کہ زید میں بند ہے یہ مثلاً عمرو اور بکر کی طرف متجاوز نہیں جو کہ خاص موصوف ہیں ان کے علاوہ خالد وغیرہ کی طرف اس کا تجاوز جائز ہے لیکن دونوں صورتوں میں موصوف اس صفت کے علاوہ اور صفات سے متصف ہو سکتا ہے۔ پھر قصر حقیقی موصوف کا صفت میں ہو یا صفت کا موصوف میں دو قسم ہے:

۱۔ قصر حقیقی تحقیقی یعنی غیر ادعائی
۲۔ قصر حقیقی ادعائی یعنی غیر تحقیقی

قصر الموصوف علی الصفۃ حقیقی تحقیقی یہ ہے کہ موصوف کو جس صفت میں بند کیا ہے اس کے علاوہ دیگر تمام صفات کی اس سے نفی ہو اور نفس الامر میں بھی اس کیلئے اس ایک صفت کے علاوہ کوئی اور صفت نہ ہو قصر کی اس قسم کا پایا جانا محال ہے کیونکہ کوئی ایسا موصوف نہیں کہ جس کی فقط ایک ہی صفت ہو اور وہ اسی میں بند ہو اس کے علاوہ کسی اور صفت کی طرف متجاوز نہ ہو اور اس کے علاوہ ہر صفت کی اس سے نفی ہو کیونکہ یہ ارتفاع نقیضین کو مستلزم ہے جو کہ محال ہے اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود بھی محال ہوتا ہے ہاں یہ قصر ادعائی طور پر ہو سکتا ہے بہرصورت قصر الموصوف علی الصفۃ حقیقی کی دو قسمیں ہوئیں:

اول: حقیقی غیر ادعائی دوم: حقیقی ادعائی

اول معدوم ہے اور اس کا پایا جانا محال ہے اور دوسری موجود ہے۔

اسی طرح قصر الصفۃ علی الموصوف حقیقی تحقیقی یعنی غیر ادعائی یہ ہے کہ صفت کو جس موصوف میں بند کیا ہے اس کے علاوہ دیگر تمام چیزوں سے اس کی نفی ہو اور نفس الامر میں بھی وہ صفت اسی ایک موصوف میں محصور ہو جیسے "ما خاتم الانبیاء والرسل الا محمد ﷺ" جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے اور قصر کی یہ قسم ادعائی طور پر بھی ہو سکتی ہے وامثلۃ کثیرۃ۔ الحاصل قصر کی یہ دونوں قسمیں کلام میں پائی جاتی ہیں۔

اور قصر اضافی، قصر الموصوف علی الصفۃ یا قصر الصفۃ علی الموصوف ہر ایک تین تین قسم ہے:

۱۔ قصر افراد
۲۔ قصر قلب
۳۔ قصر تعیین

اس تمہید کے بعد ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ نعرہ تحقیق کے جواب "حق چاریار" پر مذکورہ اعتراض قواعد بلاغت سے جہالت پر مبنی ہے کیونکہ معترض نے یہ سمجھا کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم، خبر کے مبتداء میں حصر کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ یہ خیال بالکل باطل ہے کیونکہ خبر کی مبتداء پر تقدیم خبر کے مبتداء میں محصور ہونے کا قطعاً فائدہ نہیں دیتی اور نہ ہی اس کا کوئی قائل ہے اور نہ ہی اس قسم کا کوئی قاعدہ ہے اور یہ جو قاعدہ بیان کیا ہے کہ "تقدیم ماحقہ التاخیر یفید الحصر" تو اس میں ہرگز یہ بات نہیں ہے کہ خبر کو مبتداء پر مقدم کریں تو خبر کے مبتداء میں بند ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے بلکہ قاعدہ میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس چیز کا مرتبہ موخر ہو خواہ وہ خبر ہو یا معمولات فعل میں سے کوئی ہو اسے مقدم کر دینا حصر کا فائدہ دیتا ہے لیکن کس چیز کے کس چیز میں حصر کا فائدہ؟ اس امر کی وضاحت قاعدے میں نہیں ہے۔

پس اولاً ہم یہ کہتے ہیں کہ علمائے بلاغت کے ہاں مطلقاً یہ قاعدہ ہی مختلف فیہا ہے جیسا کہ دسوقی شرح مختصر المعانی میں ہے:

"قوله تقديم ماحقه التاخير هذا يشمل تقديم بعض معمولات الفعل على بعض كتقديم المفعول على الفاعل دون الفعل وفي افادته القصر كلام والمرجع عدم الفادة"۔
(دسوقی جلد نمبر ۲ ص ۲۰۲)

تقديم ماحقه التاخير الخ یہ قاعدہ بعض معمولات فعل کی دوسرے بعض پر تقدیم کو بھی شامل ہے جیسے مفعول کی فاعل پر تقدیم

نہ کہ فعل پر پس اس تقدیم کے حصر کا فائدہ دینے میں اختلاف ہے اور راجح مذہب فائدہ نہ دینا ہے۔

اور الاتقان فی علوم القرآن میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کاد اهل البيان يطبقون على ان تقديم المعمول يفيد الحصر سواء كان مفعولا او ظرفا او مجرورا ولهذا قيل في اياك نعبد واياك نستعين معناه نخصك بالعبادة والاستعانة وخالف في ذالك ابن الحاجب فقال في شرح المفصل الاختصاص الذي يتوهمه كثير من الناس من تقديم المعمول وهم واستدل على ذالك بقوله فاعبد الله مخلصا له الدين ثم قال بل الله فاعبد واعترض ابوحيان على مدعى الاختصاص بنحو افغير الله تامروني اعبد وردصاحب الفلك الدائر الاختصاص بقوله كلا هدينا ونوحا هدينا من قبل وهو اقوى ما رد به واجيب بانه لايدعى فيه اللزوم بل الغلبة وقد يخرج الشيء عن الغالب"۔

(الاتقان ملخصاً ص ۵۲ جلد دوم)

قریب ہے کہ اہل بیان اس بات پر متفق ہوں کہ معمول کی تقدیم خواہ وہ مفعول ہو یا ظرف یا مجرور، حصر کا فائدہ دیتی ہے اسی لئے "ایاک نعبد وایاک نستعین" کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم تجھے عبادت اور استعانت کے ساتھ خاص کرتے ہیں اس بات میں ابن حاجب رحمۃ اللہ علیہ نے مخالفت کی ہے وہ شرح مفصل میں فرماتے ہیں کہ یہ اختصاص جو کثیر لوگوں کو معمول کی تقدیم سے متوہم ہوا ہے یہ محض وہم ہے اور اس پر وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں۔ "فاعبد الله مخلصا له الدين" (پس تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس حال میں کہ تو دین کو اس کے لئے خالص کرنیوالا ہے) اور دوسرے مقام پر فرمایا "بل الله فاعبد" (بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر) اور ابوحیان نے بھی اختصاص کے دعویداروں پر رب تعالیٰ کے اس فرمان مقدس سے اعتراض کیا ہے "افغير الله تامروني اعبد" (پس کیا تم غیر اللہ کی عبادت کا مجھے حکم دیتے ہو) اور صاحب الفلک الدائر نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اختصاص کا رد کیا ہے یعنی "كلا هدينا ونوحا هدينا من قبل" (سب کو ہم نے ہدایت دی اور نوح علیہ السلام کو اس سے پہلے ہدایت دی) اور تقدیم معمول سے حصول اختصاص کے رد کی یہ سب سے قوی دلیل ہے اور قائلین اختصاص کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تقدیم معمول کی صورت میں ہم لزوم اختصاص کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ دعویٰ اس امر کا ہے کہ تقدیم معمول کی صورت میں غالباً اختصاص ہوتا ہے اور جو امر غالب واکثر ہو اس سے کبھی کبھی شیء خارج بھی ہو جاتی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ تقديم ماحقه التاخير کا مفید حصر ہونا متفق علیہ امر نہیں ہے بلکہ اس میں اختلاف ہے اور جن کے ہاں یہ قاعدہ مسلمہ ہے وہ بھی اس کے کلیہ ہونے کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس قاعدہ کے اکثریہ ہونے کے قائل ہیں اور ثانیاً خبر کی مبتدا پر تقدیم کا مفید حصر ہونا تو بالخصوص مختلف فیہ امر ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الاتقان کے اندر ہی ارشاد فرماتے ہیں:

"ذكر ابن الاثير وابن النفيس وغيرهما ان تقديم الخبر على المبتداء يفيد الاختصاص ورده صاحب الفلك الدائر بانه لم يقل به احد وهو ممنوع فقد صرح السكاكي وغيره بان تقديم مارتبته التاخير يفيده ومثلوه بنحو تميمي انا"۔

(الاتقان جلد ۲ ص ۵۱)

ابن اثیر اور ابن نفیس وغیرہما نے ذکر کیا ہے کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم اختصاص کا فائدہ دیتی ہے اور صاحب الفلک الدائر نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے مگر یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ سکاکی وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ جس کا رتبہ موخر ہو اس کو مقدم کر دینا حصر کا فائدہ دیتا ہے اور اس کی مثال انہوں نے "تميمي انا" سے دی ہے یعنی میں تمیمی ہونے میں بند ہوں قیسی وغیرہ نہیں ہوں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا ارشاد سے واضح ہوا کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم کا مفید حصر ہونا بالخصوص ایک اختلافی امر ہے بعض اس کے قائل ہیں اور بعض اس کے قائل نہیں لیکن جو لوگ خبر کی مبتداء پر اس تقدیم کو مفید حصر مانتے ہیں وہ بھی سبھی اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ خبر کی مبتداء پر یہ تقدیم، مبتداء کے خبر میں بند ہونے کا فائدہ دیتی ہے اس خبر کے مبتداء میں بند ہونے کا ہرگز فائدہ نہیں دیتی۔ اور علامہ سکاکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی مذکورہ مثال یعنی "تمیمی انا" جسے انہوں نے خبر کی مبتداء پر تقدیم کے مفید حصر ہونے پر

بطور دلیل پیش کیا ہے۔ جس طرح اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ خبر کی تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے ساتھ اس بات کو بھی ثابت کرتی ہے کہ خبر کی تقدیم مبتداء کے خبر میں حصر کا فائدہ دیتی ہے نہ کہ خبر کے مبتداء میں حصر کا کیونکہ ''تمیمی انا'' میں ''تمیمی'' خبر ہے جو کہ ''انا'' مبتداء پر مقدم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمیمی ہونے میں بند ہوں قیسی یا طائی ہونے کی طرف متجاوز نہیں ہوں اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ تمیمی ہونا صرف مجھ میں ہی بند ہے میرے علاوہ کوئی اور تمیمی ہی نہیں اور یہ معنی ظاہر ہے کہ مبتداء کے خبر میں منحصر ہونے پر دلالت کرتا ہے نہ کہ خبر کے مبتداء میں منحصر ہونے پر۔

اور مواہب الفتاح شرح تلخیص المفتاح میں اس قاعدے کے تحت یہی مثال دیکر اس بات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے چنانچہ صاحب مواہب الفتاح فرماتے ہیں:

"ومنها ای من طرق القصر التقدیم ای تقدیم ماحقه التاخیر مثل تقدیم الخبر علی المبتداء والمعمولات مثل المفعول والمجرور والحال علی العامل کقولك فی قصره ای قصر الموصوف علی الصفة تمیمی انا بتقدیم الخبر علی المبتداء فیفید قصر المتکلم علی التمیمیة لایتعداها الی القیسیة مثلاً"۔

(شروح التلخیص جلد ۲ ص ۲۰۲ باب القصر)

اور طرق قصر میں تقدیم ماحقہ التاخیر بھی ہے جیسے خبر کی مبتداء پر تقدیم اور معمولات مثلاً مفعول مجرور اور حال کی عامل پر تقدیم جیسے موصوف کے صفت پر قصر کی صورت میں خبر کو مبتداء پر مقدم کرتے ہوئے تراقول "تمیمی انا" پس اس خبر "تمیمی" کی مبتداء (انا) پر تقدیم نے اس بات کا فائدہ دیا کہ متکلم تمیمی ہونے میں محصور ہے مثلاً قیسی کی طرف متجاوز نہیں ہے۔

یعنی "تمیمی انا" میں "تمیمی" (خبر) کا مرتبہ "انا" (مبتداء) سے موخر تھا اور اصل میں "انا تمیمی" تھا پس جب خبر (تمیمی) کو مبتدا (انا) پر مقدم کیا تو اس سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا لیکن یہ مبتدا (انا) کے خبر (تمیمی) میں حصر کا فائدہ حاصل ہوا نہ کہ اس کے برعکس کا۔

اسی طرح مختصر المعانی باب احوال المسند میں ہے:

"اما تقدیمه ای المسند فلتخصیصه بالمسند الیه ای لقصر المسند الیه علی المسند علی ماحققناه فی ضمیر الفصل لان معنی قولنا تمیمی انا هو انه مقصور علی التمیمیة لایتجاوزها الی القیسیة"۔

(مختصر المعانی باب احوال المسند ص ۱۶۲)

مسند (خبر) کی مسند الیہ (مبتداء) پر تقدیم مسند کی مسند الیہ کے ساتھ بایں معنی تخصیص کیلئے کی جاتی ہے کہ مسند الیہ مسند میں بند ہے جیسا کہ ضمیر فصل میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے کیونکہ ہمارے قول "تمیمی انا" کا معنی یہ ہے کہ وہ مسند الیہ (انا یعنی متکلم) تمیمیة میں بند ہے تمیمیة سے مثلاً قیسیة کی طرف متجاوز نہیں ہے۔

اور اس کی شرح دسوقی میں ہے:

"فهو من قصر الموصوف علی الصفة قصر اضافیا"۔

مسند کی مسند الیہ پر تقدیم سے جو مسند الیہ (مبتداء) کا مسند (خبر) پر قصر ہوتا ہے یہ قصر الموصوف علی الصفة ہے اور یہ قصر اضافی ہے یعنی نہ یہ قصر حقیقی تحقیقی یعنی غیر ادعائی ہے کیونکہ ایسا قصر الموصوف علی الصفة محال ہے جیسا کہ تمہید میں مذکور ہو چکا ہے اور نہ ہی یہ قصر الموصوف علی الصفة حقیقی غیر تحقیقی یعنی ادعائی ہے بلکہ یہ قصر الموصوف علی الصفة اضافی ہے۔

اور علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر المعانی میں ہی اپنے مذکورہ بالا ارشاد کے بعد تقسیم المسند علی المسند الیه کی مزید مثالیں ارشاد فرمائیں اور اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"فجمیع ذالك من قصر الموصوف علی الصفة دون العکس"۔

(مختصر المعانی باب احوال المسند)

ان تمام مثالوں میں موصوف (مسند الیہ) کا صفت (مسند میں حصر ہے) اس کا عکس یعنی صفت (خبر) کا موصوف (مبتداء) میں یہ حصر نہیں ہے۔

اس کی شرح دسوقی اور مطول کے حاشیہ چلپی میں ہے:

"قوله دون العکس ای لان الحمل علی العکس یستدعی جعل التقدیم لقصر المسند علی المسند الیه والقانون انه لقصر المسند الیه علی المسند"۔

(شروح التلخیص باب احوال المسند جلد ۲ ص ۱۱۳، حاشیہ چلپی علی المطول ص ۳۵۳)

شارح (علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ) کا قول دون العکس (کہ اس کے برعکس نہیں ہوگا) یہ اس لئے ہے کہ اس کے برعکس پر حمل کرنا اس

بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مسند کی مسندالیہ پر تقدیم مسند کو مسندالیہ میں بند کرنے کیلئے ہوجائے حالانکہ قانون یہ ہے کہ مسند (خبر) کی مسندالیہ (مبتداء) پر تقدیم مسندالیہ (مبتداء) کو مسند (خبر) میں بند کرنے کیلئے ہوتی ہے۔

اور دسوقی میں ہی مذکورہ بالا ارشاد کے چند سطور بعد ارشاد فرماتے ہیں:

"ان التقديم عندهم موضوع لقصر المسند اليه على المسند لالقصر المسند على المسند اليه"۔

(دسوقی جلد۲ ص۱۳۱ باب تقدیم المسند علی المسند الیہ)

مسند کی مسندالیہ پر تقدیم بلغاء کے ہاں بیشک وضع ہی اس لئے ہوئی ہے کہ مسندالیہ (مبتداء) کا مسند (خبر) میں حصر ہونہ اس لئے کہ مسند کا مسندالیہ (مبتداء) میں حصر ہو۔

الحاصل: جو لوگ اس قاعدے یعنی "تقدیم ماحقہ التاخیر یفید الحصر" کو تسلیم ہی نہیں کرتے ان کے ہاں تو "حق چاریار" میں خبر مقدم کرنے کی صورت میں کسی کا کوئی بھی حصر ثابت نہیں ہوتا اور جو لوگ اس قاعدے کو تسلیم کرتے ہیں ان کے ہاں بھی جب حق چاریار کہا جائے تو حق (خبر) کا چاریار (مبتداء) میں حصر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس "چاریار" کا "حق" (خبر) میں حصر ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک خبر کو مبتداء پر مقدم کرنیکی صورت میں خبر کا مبتداء میں حصر ثابت نہیں ہوتا بلکہ مبتداء کا خبر میں حصر ثابت ہوتا ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔

مزید برآں نعرہ تحقیق کا جواب "حق چاریار" ہونے کی صورت میں ایک اور قاعدہ بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں حق (خبر) کا چاریار (مبتداء) میں ہرگز حصر مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ حق (خبر) نکرہ ہے یہ معرفہ (مثلاً الحق) نہیں ہے اور متکلم خبر کو نکرہ لاکر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ میں نے خبر کے مبتداء میں حصر کا ہرگز ارادہ نہیں کیا ہے جیسا کہ مختصر المعانی میں ہے:

"واما تنكيره اى تنكير المسند فلارادة عدم الحصر والعهد الدال عليهما التعريف كقولك زيد كاتب وعمر شاعر"۔

(مختصر المعانی باب احوال المسند ص۱۵۲)

مسند کو نکرہ لانا عدم حصر وعہد کے ارادہ کی بناء پر ہوتا ہے اور حصر وعہد پر مسند کی تعریف دلالت کرتی ہے جیسے تیرا قول زید کاتب وعمر شاعر"۔

اور اس کی شرح دسوقی میں ہے:

"قوله فلارادة الخ اى فلارادة افادة عدم الحصر اى فلارادة المتكلم افادة السامع عدم حصر المسندفى المسند اليه وعدم العهد والتعيين فى المسند حيث يقتضى المقام ذالك وقوله الدال عليهما التعريف اى لانه اذا اريد العهد عرف بال العهدية او الاضافة وان اريد الحصر عرف بال الجنسية لما سيأتى من ان تعريف المسند بال الجنسية يفيد حصره فى المسند اليه وقوله زيد كاتب الخ اى حيث يراد مجرد الاخبار بالكتابة والشعر لاحصر الكتابة فى زيد والشعر فى عمرو ملخصا"۔

(شروح التلخیص ج۲ ص۹۱)

ماتن کے قول "فلارادة عدم الحصر والعهد" (عدم حصر وعہد کے ارادے کی بناء پر) سے مراد عدم حصر وعہد کے افادے کا ارادہ ہے یعنی مسند کو متکلم نکرہ اس لئے لاتا ہے کہ اس کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچائے کہ مسند کا مسندالیہ میں حصر نہیں ہے اور نہ ہی مسند میں کوئی عہد وتعیین ہے کیونکہ وہ مقام اسی بات کا مقتضی ہوتا ہے اور شارح صاحب کا یہ کہنا کہ حصر وعہد پر مسند کی تعریف دلالت کرتی ہے یہ اس لئے کہ جب عہد مراد ہوتا ہے تو الف لام عہدی سے یا اضافت سے اسے معرفہ لایا جاتا ہے اور اگر مسند کا مسندالیہ میں حصر مقصود ہو تو اسے الف لام جنسی کے ساتھ معرفہ کر کے لایا جاتا ہے جیسا کہ عنقریب آجائیگا کہ مسند کو الف لام جنسی کے ساتھ معرفہ لانا اس کے مسندالیہ میں حصر کا فائدہ دیتا ہے اور ماتن صاحب کا اس کی مثال میں زید کاتب اور عمر شاعر کہنا یعنی دونوں جملوں میں کاتب اور شاعر کو جو کہ مسند ہیں نکرہ لانا اس لئے ہے کہ متکلم کا ان دونوں جملوں میں مقصود زید اور عمرو کے لئے محض کاتب ہونے اور شاعر ہونے کی خبر دینا ہے کتابت کو زید میں اور شعر کو عمرو میں بند کرنا مقصود نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ معترض کا نعرہ تحقیق کے جواب "حق چاریار" ہر مذکورہ قاعدے یعنی "تقديم ماحقه التاخير يفيد الحصر" کی بناء پر یہ اعتراض کرنا کہ اس میں "حق" (خبر) کی "چاریار" (مبتداء) پر تقدیم "حق" کے "چاریار" میں حصر کا فائدہ دیتی ہے جس سے لازم آتا ہے کہ حق انہیں چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بند ہے اور یہی چار صحابہ کرام حق پر ہیں اور کوئی حق پر نہیں حالانکہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حق پر ہیں پس نعرہ تحقیق کے جواب

میں ''حق چاریار'' کی بجائے ''حق سب یار'' کہنا چاہیے، متعدد وجوہ سے باطل ومردود ٹھہرا۔

اولاً: اس لئے کہ مذکورہ قاعدہ یعنی ''تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر'' چونکہ متفق علیہا نہیں ہے۔ لہٰذا جنہیں یہ قاعدہ تسلیم ہی نہیں ان کے ہاں تو حق چاریار کہنے میں کسی قسم کا کوئی حصر ثابت ہی نہیں ہوتا۔

ثانیاً: اس لئے کہ جو لوگ اس قاعدے کو تسلیم کرتے ہیں وہ بھی اسے ''قاعدہ کلیہ'' تسلیم نہیں کرتے بلکہ ''قاعدہ اکثریہ'' تسلیم کرتے ہیں اور قاعدہ اکثریہ ہر جگہ جاری نہیں ہوتا پس ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے مذہب پر بھی یہ قاعدہ ''حق چاریار'' میں جاری نہیں ہے کہ جس سے یہاں کسی قسم کا حصر ثابت ہو۔

ثالثاً: اس لئے کہ اگر بالفرض قاعدہ مذکورہ کا حق چاریار میں جاری ہونا تسلیم کر بھی لیا جائے تو قاعدہ یہ نہیں کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم، خبر کے مبتداء میں حصر کا فائدہ دیتی ہے بلکہ اس کے برعکس قاعدہ یہ ہے کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم مبتداء کے خبر میں حصر کا فائدہ دیتی ہے پس اس قاعدہ کی رو سے حق چاریار کہنے کی صورت میں حق کا چاریار میں بند ہونا لازم نہ آیا بلکہ چاریار کا حق کے اندر حصر ثابت ہوا اور یہ قصر الموصوف علی الصفۃ ہے اور یہ قصر حقیقی تحقیقی بھی نہیں کہ ایسا قصر الموصوف علی الصفۃ محال ہے جیسا کہ تمہید میں گذر چکا ہے بلکہ یہ قصر اضافی ہے پھر یا تو اضافی قلبی ہے اور یہ رافضیوں کے رد کیلئے ہے جو کہ چاریار کی اس ترتیب خلافت اور ترتیب افضلیت کو باطل سمجھتے ہیں پس اہل سنت وجماعت نے ان کے اس باطل عقیدے کا رد کرنے کیلئے حق چاریار کا نعرہ لگا کر اس بات کا اظہار کیا کہ ان چاریار کی یہ ترتیب خلافت وترتیب افضلیت قطعاً صفت باطل سے متصف نہیں بلکہ اس کے بجائے صفت حق میں ہی بند ہے اور یہ چاروں خلفاء کرام اسی ترتیب خلافت وترتیب افضلیت میں حق پر ہی ہیں نہ کہ باطل پر اور یا پھر یہ قصر الموصوف علی الصفۃ اضافی قصر تعیین ہے اور جو لوگ ان چاروں خلفاء کرام کی اس ترتیب خلافت وترتیب افضلیت میں شک اور تردد میں مبتلا تھے کہ آیا یہ ترتیب حق ہے یا باطل ان کا رد کرتے ہوئے یہ نعرہ لگایا گیا کہ یہ چاروں خلفاء کرام رضی اللہ عنہم اس ترتیب خلافت وترتیب افضلیت کے اعتبار سے صفت حق میں محصور ہیں اس کے برعکس صفت باطل کی طرف قطعاً متجاوز نہیں ہیں اور اس سے خارجیوں کا بھی رد ہو گیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق نہیں مانتے اور اس مقام پر قصر الموصوف علی الصفۃ حقیقی ادعائی بھی ہو سکتا ہے یعنی ان چاروں خلفاء کرام رضی اللہ عنہم سے صفت حق کے علاوہ باقی جمیع صفات کی نفس الامر میں حقیقۃً نفی تو نہیں مگر ان کی صفت حق کے دوسری صفات مادحہ پر غلبہ ظاہر کرنے کیلئے ادعاءً انہیں صفت حق میں ہی محصور کر دیا گیا۔

رابعاً: اس لئے کہ تنکیر مسند والا قاعدہ بھی ثابت کرتا ہے کہ حق چاریار کہنے کی صورت میں حق کا چاریار میں قطعاً حصر مراد نہیں لیا جا سکتا جیسا کہ سابقاً مذکور ہو چکا ہے۔

خامساً: اس لئے کہ اگر معترض کے بقول نعرۂ تحقیق کا جواب ''حق چاریار'' کی بجائے ''حق سب یار'' ہو اور ''حق چاریار'' سے ممانعت ان کے مذکورہ قاعدہ کو اس انداز سے بیان کرنے کی وجہ سے ہو کہ حق چاریار میں خبر (حق) کی تقدیم نے خبر (حق) کے مبتداء (چاریار) میں حصر کا فائدہ دیا ہے تو اس طرح قاعدہ بیان کرنے سے جیسے حق چاریار پر اعتراض لازم آتا ہے ''حق سب یار'' پر بھی وہی اعتراض لازم آئے گا کہ پھر تو حق تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر ہی بند ہو گیا اور لازم آیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کرام، ائمہ مجتہدین اور دیگر تمام مومنین میں سے کوئی بھی حق پر یعنی سچا مومن نہ ہو کیونکہ تمہارے اس طرح قاعدہ بیان کرنے سے یہاں بھی خبر (حق) کا مبتداء (سب یار) میں حصر ہو چکا ہے اور اس کا بطلان تو اظہر من الشمس ہے لہٰذا فی نفسہ حق سب یار بھی اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے جب کہ مذکورہ قاعدے کا وہی مفہوم لیا جائے جو کہ بلغاء کے ہاں درست ہے کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم نے مبتداء کے خبر میں حصر کا فائدہ دیا ہے اور یہ قصر الموصوف علی الصفۃ اضافی ہے اور مطلب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حق پر ہی ہیں اور کوئی صحابی باطل پر نہیں ہے پس اس طرح جیسے حق سب یار درست ہو گا حق چاریار بھی درست ہو گا مگر نعرہ تحقیق کے جواب میں حق چاریار ہی متعین ہو گا کیونکہ اگرچہ تمام صحابہ کرام صفت حق میں ہی محصور ہیں اور باطل کے

شائبہ سے بھی پاک ہیں مگر نعرۂ تحقیق سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مطلقا صفت حق میں حصر ظاہر کرنا مقصود نہیں بلکہ رافضیوں اور خارجیوں کا رد کرنے کیلئے ان چاروں خلفاء کرام رضی اللہ عنہم کے ترتیب افضلیت وترتیب خلافت کے لحاظ سے صفت حق میں حصر کو ظاہر کرنا مقصود ہے اور ظاہر ہے کہ اس امر کا تعلق خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم سے ہی ہے پس نعرۂ تحقیق سے جو کچھ مقصود ہے اس لحاظ سے اس کا جواب صرف حق چار یار ہی درست ہوگا اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ چاروں صحابہ کرام یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جس ترتیب سے خلیفہ بنے ہیں اسی ترتیب سے خلیفہ ہونے کے لحاظ سے اور اسی ترتیب سے امت میں افضل ہونے کے اعتبار سے صفت حق میں ہی محصور ہیں باطل کا ان میں شائبہ تک نہیں ہے۔

سادساً: اس لئے کہ بالفرض بقول معترض مذکورہ قاعدے کا یہی معنی تسلیم کرلیا جائے کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم خبر کے مبتداء میں حصر کا فائدہ دیتی ہے اگرچہ بلغاء کے ہاں ایسا کوئی قاعدہ نہیں اور یہ محض معترض کی اختراع یا جہالت ہے تو پھر بھی نعرۂ تحقیق کے جواب حق چار یار پر مذکورہ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ حق چار یار میں حق سے مراد مطلقا حق نہیں بلکہ ''ترتیب خلافت اور ترتیب افضلیت کے اعتبار سے حق'' مراد ہے اور یہ مقید حق والی صفت انہیں خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں محصور ہے کسی اور کی طرف متجاوز نہیں اور اس مقید حق کے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں حصر سے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مطلقا حق کی نفی لازم نہیں آتی اور اگر بالفرض حق چار یار میں حق سے مراد مطلقا حق لیا جائے اور خبر کا مبتداء میں حصر مراد ہو تو اس صورت میں حصر حقیقی تحقیقی نہ ہوگا بلکہ حصر حقیقی ادعائی ہوگا جس سے دوسرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مطلقا حق کی نفی لازم آئیگی اور حق چار یار کا مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفت حق سے متصف ہیں لیکن ان پر چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس صفت جن میں شان اس قدر ظاہر اور بلند وبالا ہے کہ گویا یہ صفت حق ان میں ہی بند ہے۔

سابعاً: اگر معترض تمام علماء بلاغت کے خلاف خبر کی مبتداء پر تقدیم سے خبر کا ہی مبتداء میں حصر مراد لے اور اسی ضد پر اڑا رہے کہ یہ قصر الصفۃ علی الموصوف حقیقی تحقیقی ہے اور حق سے بھی مطلقا حق مراد لینے پر اصرار کرلے اور حق چار یار کا معنی یہ کرلے کہ صرف یہی چار صحابہ کرام حق پر ہیں یعنی سچے مومن ہیں اور کوئی صحابی حق پر یعنی سچا مومن نہیں ہے تو اگرچہ اس بات کو ہم متعدد وجوہ سے غلط ثابت کر چکے ہیں لیکن اگر وہ اسی پر مصر ہے تو بعینہ یہی اعتراض اس کے بیان کردہ متبادل جواب ''حق سب یار'' پر بھی ہوگا پس فما جوابه فهو جوابنا ۔ والله اعلم بالصواب

(جاری ہے)

ضروری تصحیح

اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک صحابہ کرام واہلِ بیتِ عظام (اور دیگر غیر انبیاء وملائکہ) پر بالاستقلال سلام یعنی ''علیہ السلام'' ناجائز ہے جبکہ بالتبع سلام جائز ومستحسن ہے۔

گذشتہ شمارے میں صاحبزادہ محمد ضیاء الحق قادری رضوی نے یہ مسئلہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنے مضمون ''احترامِ سادات کی شرعی حدود'' میں بیان کیا۔

ان کے اسی مضمون میں کتابت کی غلطی کے باعث صفحہ 28 کالم 2 سطر 11 پر ''حسنین کریمین علیه السلام'' کے الفاظ شائع ہوگئے تھے جبکہ مضمون نگار کے اصل الفاظ ''حسنین کریمین علیٰ جدهما و علیهما السلام'' تھے۔

قارئین درستگی کرلیں۔

حضور اقدس ﷺ کا حسن اخلاق اور اشاعت اسلام

(قسط نمبر ۲)

علامہ عبدالستار ہمدانی برکاتی رضوی کی کتاب
""مردان عرب"" سے اکتساب

ترتیب و اضافات
حکیم الطاف حسین قادری

گذشتہ سے پیوست

پاکستانی طالبان جن کو تیار کرنے میں نجدی لابی کا ہاتھ ہے۔ یہ کبھی پاکستان کی سول املاک کو نقصان پہنچانے میں مصروف ہیں تو کبھی پاکستانی افواج کو اپنا ہدف (......) بناتے ہیں تو کبھی درباروں پر آئے ہوئے زائرین کو نشانہ بناتے ہیں۔

یہ جہاد نہیں ہے بلکہ فساد ہے۔ جس پر ہر محب وطن پاکستانی خون کے آنسو رو رہا ہے۔ کیا یہ جہاد ہے کہ عورتوں بچوں اور شاگردوں کو آگ میں زندہ جلتے ہوئے دیکھا جائے ازر خود ذلت آمیز طریقے سے برقعہ پہن کر راہ فرار اختیار کی جائے؟ اس کے علاوہ پروفیسر طاہر صاحب ماڈل ٹاؤن کی شریف مسجد سے لے کر ادارہ منہاج تک ہمیشہ دین میں انتشار پھیلانے میں مصروف رہا ہے جس کے رد میں علمائے ذی وقار کتابیں تحریر کر کے عوام کو حقائق سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔ اب یہ پروفیسر عیسائیوں کے دامن میں چھپ کر ان کو خوش کرنے کے لیے ایک طرف جہاد کی غلط تاویلیں کر رہا ہے تو دوسری طرف امریکی جارحیت کو جائز کہنے میں مصروف ہے۔ ایسے عناصر کو بھی ہم رد کرتے ہیں۔ جہاد کے فرض ہونے سے کوئی صحیح العقیدہ مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ جبکہ ان مضمون میں ہم نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ جہاد کے فرض ہونے سے پہلے اور بعد میں لوگ سید عالم ﷺ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہوتے رہے، اب اس پس منظر میں مضمون ملاحظہ فرمایئے۔

البتہ یقیناً بلاشک وشبہ آپ ﷺ نے دست اقدس میں تلوار تھامی اور جہاد وقتال فرمایا لیکن آپ نے صرف اور صرف دفع ضرر کے لیے تلوار تھامی۔ آپ نے شمشیر کا وار ظلم ڈھانے کے لیے نہیں بلکہ ظلم مٹانے کے لیے کیا۔ جس کا صحیح اندازہ آپ کی حیات طیبہ میں واقع غزوات کو بنظر عمیق مطالعہ کرنے سے ہوگا کہ آپ نے کن حالات میں جہاد فرمائے۔ کن لوگوں کے سامنے جہاد فرمائے۔ ظالم جفاکش، قذاق اور ستم گر گروہ کے ظلم وتشدد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کے لیے آپ نے جہاد کی آہنی دیوار قائم فرمادی اور مظلوم وبیکس لوگوں کی نصرت وحمایت کر کے عدل وانصاف کا ماحول قائم فرمادیا۔

......۶۱۳ء یعنی کہ اعلان نبوت کے پانچویں سال مکہ معظمہ سے کچھ مسلمان کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ کیونکہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کا رہنا مشرکوں نے دوبھر کر دیا تھا۔ لہذا رحمت عالم ﷺ کے حکم سے نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مسلمانوں کی بڑی جماعت نے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔

اس ہجرت کو ہجرت اول کہتے ہیں۔ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ جلیل القدر صحابہ کرام تھے۔ جب مشرکین مکہ کو پتہ چلا کہ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے ہوئے ہیں تو انہوں نے ایک جماعت کو بحیثیت وفد بہت سارے ہدیے اور تحائف کے ساتھ حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ اس وقت کے نجاشی کا نام اصحمۃ تھا۔ کفار مکہ کے وفد نے نجاشی بادشاہ سے مسلمانوں کی شکایتیں کیں اور زہر اگل اگل کر بادشاہ کے کان بھرنے کی بھرپور کوشش کی اور یہ درخواست کی کہ مسلمانوں کو حبشہ سے نکال دیں۔ بادشاہ نجاشی نے کہا کہ مسلمانوں نے میرے ملک میں پناہ لی ہے۔ لہذا میں جب تک ان سے روبرو بات چیت نہ کرلوں وہاں تک کوئی حکم صادر

نہیں کر سکتا۔ چنانچہ مسلمان شاہی دربار میں طلب کیے گئے۔ بادشاہ نے مسلمانوں سے دین اسلام کے متعلق سے کچھ سوالات کیے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسلامی احکام کی ایسی نفیس ترجمانی کی کہ بادشاہ کے دل پر رقت طاری ہوگئی۔ پھر نجاشی بادشاہ نے کہا کہ رحمت عالم ﷺ پر جو کلام نازل ہوا ہے اس میں سے کچھ تلاوت کرو۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم تلاوت کی۔۔۔۔۔

پھر نجاشی نے کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور یہ وہ ذات گرامی ہے جن کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی ہے۔ اس کے بعد نجاشی نے قریش مکہ کے تحفوں کو لوٹا دیا اور ان کو ذلیل ورسوا کر کے اپنے دربار سے نکال دیا۔

۔۔۔۔۔مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کا مکہ سے حبشہ تک ہجرت کرنا ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے اسلام کی صداقت (سچائی) کو ایسا جانا اور مانا کہ تحفظ ایمان کی خاطر اپنے مادر وطن کو خیر آباد والوداع کر دیا۔ مکہ معظمہ میں ان پر جو ظلم وستم ڈھائے گئے وہ صرف اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ہی کیے گئے تھے۔ اگر اسلام تلوار سے پھیلا ہوتا تو اسلام قبول کرنے والی ایک بڑی جماعت مکہ سے ہرگز ہجرت نہ کرتی۔ اسلام نے تلوار نہیں اٹھائی تھی بلکہ اسلام پر تلوار اٹھائی گئی تھی۔ اسلام کو تلوار سے نہیں پھیلایا جا رہا تھا بلکہ اسلام کو تلوار سے مٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

کفار مکہ کی اسلام دشمنی، تشدد وتعصب کی حدیں عبور کر چکی تھی۔ لہٰذا مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے والوں کو حبشہ میں بھی پریشان کرنے کے فاسد ارادے سے کفار مکہ کا وفد مسلمانوں کے تعاقب میں حبشہ پہنچ گیا۔

حبشہ کے بادشاہ کو اپنا موافق بنانے کے لیے قیمتی تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیئے یعنی اسلام کو ختم کرنے کے لیے اپنا تن، من اور دھن سب خرچ کرنے لگے۔ تحائف اور ہدایا کے ذریعے شاہی دربار میں رسائی حاصل ہونے پر انہوں نے پہلی فرمائش مسلمانوں کو حبشہ سے جلاوطن کرنے کی کی۔ لیکن انصاف پسند بادشاہ نے مسلمانوں کو گفت وشنید کا موقع دیا۔ جس وقت مسلمان نجاشی بادشاہ کے دربار میں طلب کیئے گئے تھے اس وقت مسلمان مظلومیت کی حالت میں تھے۔ ان پر شرانگیزی (فساد) پھیلانے کا الزام تھا۔ بحیثیت ملزم وہ شاہی دربار میں کھڑے تھے۔ ان کے مستقبل کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ جلاوطنی کی تلوار ان کے سروں پر لٹک رہی تھی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں تلوار نہ تھی لیکن "حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا"۔

کے مطابق شاہی دربار میں حق کی صداقت کا پرچم لہرایا یہاں تک کہ نجاشی بادشاہ نے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا اور دولت ایمان سے مشرف ہوا۔ تو کیا شاہ حبشہ نجاشی نے تلوار کے خوف سے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا تھا؟

ہرگز نہیں بلکہ معاملہ برعکس تھا۔ تلوار مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ بادشاہ کے تصرف میں تھی۔ بادشاہ کے ادنیٰ اشارے پر مسلمانوں کی گردنیں دھڑ سے الگ ہو سکتی تھیں۔

بادشاہ مختار تھا مجبور نہ تھا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں مکہ معظمہ کے بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان دونوں کو اسلام قبول کرنے پر کس نے تلوار دکھا کر مجبور کیا تھا؟ بلکہ حضرت عمرؓ تو تلوار لے کر اپنی بہن اور بہنوئی کو مارنے گئے تھے لیکن قرآن مجید کی حقانیت سے اتنے متاثر ہوئے کہ جس تلوار سے اپنی بہن اور بہنوئی کو مارنے گئے تھے اس تلوار سے اپنے کفر کو کاٹ ڈالا اور ایمان کی لازوال دولت سے مالا مال ہو گئے۔

اگر رحمت عالم ﷺ جہاد نہ فرماتے تو ظلم کی روک تھام نہ ہوتی۔ اور بڑھتے ہوئے ظلم کو روکنا انسانیت کا اہم فریضہ اور تقاضا ہے۔ ظلم کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہونا اور اس کا دلیرانہ مقابلہ کرنا بہادری کی علامت ہے اور اس کے برعکس ظلم کو دیکھ کر گھٹنے ٹیک دینا اور سر پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بزدلی اور کاہلی ہے۔ اس قسم کی بزدلی دکھانے سے ظالم کے حوصلے اور بڑھیں گے اور معاشرے سے امن وامان دائمی طور پر رخصت ہو جائے گا۔

(جاری ہے)

خلیفہ سوم امام مظلوم مدینہ

حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

از مفتی محمد مختار علی رضوی سیرانی

گوجرخان

نام و نسب و کنیت:

آپ کا نام عثمان تھا اور کنیت ابو عبداللہ تھی۔ اور نسب عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اور پانچویں پشت پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام اروی تھا جو کریز بن ربیعہ کی بیٹی تھی۔ آپکی نانی کا نام بیضا تھا جو حضرت رسول کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کی کنیت ابو عمرو تھی اور اسلام میں ابو عبداللہ۔ عبداللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس صاحبزادے کا نام تھا جو حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے پیدا ہو کر چھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا تھا۔

القاب:

ذوالنورین یعنی دو نوروں والا چونکہ حضرت رسول کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں اس لیے یہ لقب پڑا، جامع القرآن بھی آپ کا لقب ہے کیونکہ آپ نے اپنے عہد خلافت میں قرآن مجید کی کئی نقلیں مختلف اسلامی ممالک کو بھیجی تھیں۔ غنی بھی آپ کا لقب ہے کیونکہ آپ دولت سے بے پروا تھے۔

ولادت و تربیت:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۵۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ حضور سے پانچ سال چھوٹے تھے۔ حضرت ابوبکر کی طرح آپ بھی شراب سے سخت متنفر تھے۔ اور انہی کی طرح آپ کا پیشہ تجارت تھا۔ چنانچہ اپنے کاروبار میں بے حد دولت کمائی۔ آپ کا شمار بڑے بڑے امراء میں ہوتا تھا۔ طبیعت میں سادہ پن تھا۔

قبول اسلام:

عالم شباب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر سلام قبول کیا آپ ان چند مسلمانوں میں سے ہیں جنہوں نے شروع دعوت اسلام میں حضور اکرم ﷺ سے دارالارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور اس سات مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جنہوں نے حضرت خدیجہ، حضرت صدیق، حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے پر آپ کے چچا نے آپ پر بڑا جبر و ستم کیا۔ لیکن حق جو دل میں گھر کر چکا تھا چچا کے سارے جور و ستم سہتا رہا۔ ایک بار ان کے چچا نے بوری میں بند کر کے دھونی دی سانس رک گئی۔ اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حب نبی اور عشق رسول کا جو شاندار مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لے گئے تو صحابہ کرام کو رشک ہوا۔ کہ عثمان تو کعبے کا طواف کر رہے ہوں گے حضور ﷺ کو اپنے صحابی پر اعتماد تھا فرمایا وہ میرے بغیر طواف نہیں کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابو سفیان وغیرہ سے ملتے رہے اور حضور ﷺ کا پیغام پہنچاتے رہے۔ جب واپس آنے لگے تو خود قریش نے کہا تم مکہ آئے ہو طواف کعبہ تو کرتے جاؤ انہوں نے جواب دیا یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ حضور تو روکے گئے ہوں اور میں طواف کر لوں۔ قریش کو اس جواب پر بڑا غصہ آیا جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت عثمان ﷺ کو روک لیا عشق رسول میں پختگی اور حب نبی میں وارفتگی کا اس سے بہتر مظاہرہ چشم عالم نے کم

ہی دیکھا ہوگا۔

بیعت رضوان:

کفار کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روکنے سے یہ افواہ پھیل گئی کہ انہیں قتل کردیا گیا ہے۔اس پر مسلمانوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ کفار سے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیں گے۔یہ بیعت رضوان اور بیعت شجرہ کے نام سے مشہور ہے۔کیونکہ اس کا ذکر قرآن حکیم میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے:

"لقد رضی اللہ عنہ المؤمنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ"۔

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان مومنوں سے جو تیرے قریب درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے۔

اس آیت میں رضائے الٰہی (رضوان) اور شجرۃ (درخت) دونوں لفظ آئے ہیں۔جن پر اس بیعت کا نام رکھا گیا ہے۔جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل نہیں ہوئے تو حضور اکرم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رسول کا ہاتھ عثمان کے حق میں خود ان کے ہاتھ سے بہتر تھا۔

فضائل عثمان رضی اللہ عنہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ عادات وخصائل تقویٰ و پرہیزگاری دیکھ کر آنحضرت نے اپنی پیاری بیٹی رقیہ کی شادی آپ سے کردی تھی۔ ہجرت کے بعد سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ہر جنگ میں حضرت عثمان ساتھ رہے اور ہر موقع پر کثیر مال سے اسلام کی اعانت وامداد کرکے ایثار واخلاص کی بہترین مثال قائم کی۔

جب مسجد نبوی میں نمازیوں کی کثرت سے جگہ تنگ ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش ظاہر کی کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو مسجد سے ملحق ہے کوئی شخص خرید کردے تو مسجد وسیع ہوجائے گا یہ سنتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زمین خرید لی ۴ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع پر تشریف لے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لشکر کے سردار تھے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کاتب وحی بھی تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مالی قربانیاں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے سخی اور غنی تھے ہمیشہ اپنی دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے تھے۔اکثر غزوات کی تیاری میں دل کھول کر کثیر رقم دی۔جب مسلمان ہجرت کرکے مدینہ آئے تو انہیں پینے کے پانی کی سخت قلت تھی۔بئیر رومہ کا مشہور کنواں ایک یہودی کی ملکیت تھا اس نے مسلمانوں کو پانی قیمتاً دینا منظور کیا۔مگر یہ بڑا تکلیف دہ کام تھا۔اور عام استعمال کے لیے بے سروسامانی کی حالت میں پانی مول لینا مسلمانوں کے لیے بہت مشکل تھا۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے حضور کے کہنے پر یہ کنواں بیس ہزار دینار دے کر خرید لیا اور مسلمانوں کے لیے وقف کردیا۔

جنگ تبوک کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سو اونٹ، ایک سو گھوڑے مع ساز وسامان اور ایک دینار دیے۔مسجد قباء کی زمین بھی آپ نے ہی خرید کردی تھی۔

۷ھ میں مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا آپ کے سینکڑوں اونٹ غلہ سے لدے ہوئے یمن سے آئے۔تاجر تیار کھڑے تھے۔کہ وہ ایک کے بدلے دس روپے دے کر غلہ خرید لیں۔مگر آپ نے دنیوی منافع پر ابدی منافع کو ترجیح دیتے ہوئے سب غلہ مفت تقسیم کردیا اور اس دن سے آپ کا لقب غنی پڑ گیا۔

حیا و پاس داری:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت باحیا اور باغیرت تھے۔ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو حضور نے فرمایا میں اس سے شرم نہ کروں جس شخص سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں؟ جب بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تو آپ سنبھل کر بیٹھ جاتے اور ستر کا خوب اہتمام کرتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے سب سے زیادہ میری امت میں شرم کرنے والے اور سب سے زیادہ عزت والے عثمان رضی اللہ عنہ ہیں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضور نے دل جوئی کے لیے حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی آپ سے کردی اور پھر جب وہ بھی وفات پا گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو عثمان کی زوجیت میں دے دیتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارش پر شدید سے شدید خطا کاروں کو بھی معاف کردیا کرتے تھے۔ایک دفعہ عبداللہ بن سعد بن

ابی شرح کاتب وحی پر جب کتابت میں تصرف کرنے کا جرم ثابت ہو گیا تو حضور ﷺ نے اس جرم پر فتح مکہ کے دن اس کے قتل کو مباح قرار دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اسکا پتہ چلا تو وہ اپنے رضاعی بھائی کے بارے میں قتل کے اس فتوے پر بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے عبداللہ سے اس شدید جرم سے توبہ کرائی اور اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے آپ کی سفارش قبول کرتے ہوئے عبداللہ سے اسلام پر دوبارہ بیعت لی اور قتل کے فتوے پر خط عفو کھینچ دیا۔ بعد میں یہی عبداللہ افریقہ میں اسلام کے پہلے پیامبر ثابت ہوئے۔

جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر وصیت نامہ لکھوانا شروع کیا۔ جس وقت وصیت نامے میں دوسرا خلیفہ مقرر کرنے کا موقع آیا تو حضرت ابوبکر بیماری کی شدت سے بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آنے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصیت نامہ پڑھنے کو فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وصیت نامہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پڑھا جس پر بڑی خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا۔ اور کہا جزاک اللہ تم نے ٹھیک لکھا۔ حضرت خلیفہ ثانی کو بھی اپنے ایام خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اتنا ہی اعتماد رہا جتنا حضرت خلیفہ اول اور حضور اکرم ﷺ کو رہا تھا۔

خلافت:

جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عین نماز کی حالت میں ایک مجوسی کے خنجر سے گھائل ہو کر گر گئے تو آپ نے انتقال سے پہلے چھ صحابہ کی مجلس شوریٰ قائم کی اور فرمایا یہ چھ آدمی اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ باقی نام یہ ہیں۔ حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم۔

بطور خلیفہ سوم:

اس طرح آپ کا انتخاب یکم محرم الحرام ۲۴ھ ۱۱، نومبر ۶۴۴ء بروز یک شنبہ (اتوار) عمل میں آیا حضرت عمر کے عہد خلافت میں عام مسلمانوں کی جو حالت تھی وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد سے بالکل مختلف تھی حضرت عمر کے دور میں اسلام اپنی شان و شوکت کے دور میں داخل ہو چکا تھا۔ تمام عرب میں کلمہ اول پڑھا جاتا تھا رسوم جاہلیت مٹ چکی تھیں۔ بلند پایہ سیاسی لیڈر اہل بصیرت، ماہر قانون اور مذہبی لحاظ سے ممتاز لوگوں کی کمی نہ تھی۔

نشر واشاعت قرآن:

سیدنا ابوبکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے قرآن حکیم کا ایک مکمل نسخہ مرتب فرمایا تھا جو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں رہتا تھا۔ جب فتوحات کا حلقہ بڑھا اور مختلف ممالک میں قرآن حکیم کی تعلیم پہنچی تو ضرورت محسوس کی گئی کہ خلافت کے ہر ایک صوبے میں قرآن حکیم کا ایک ایک مستند نسخہ بہم پہنچ جائے اور سب لوگ اس سے نقل کر لیں یا اپنے نسخے صحیح کر لیں تاکہ قرآن کے الفاظ میں اختلاف پیدا نہ ہو بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عظیم کام سرانجام دیا اور مستند نسخے مختلف ممالک خلافت میں نشر کیے اس لیے آپ کا لقب ناشر قرآن ہے۔

عہد عثمانی کی فتوحات:

فتوحات کا جو سلسلہ حضرت صدیق کے زمانے میں شروع ہوا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں نہایت شان و شوکت سے جاری رہا۔ اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اور آگے بڑھایا آپ کے عہد میں جو فتوحات ہوئیں درجہ ذیل ہیں۔

ان کے عہد خلافت مین فتح اول آمینا کے علاقہ میں ہوئی۔ خلاط، نبرودہ، شمکور، قلبی، کسکیر، شروان، سرجان، اردستان، دیبل اور شمشاط فتح کرنے کے بعد تغلس جزران، اور بلاد صیال کے سارے علاقے میں اسلامی پرچم لہرایا۔

۲۷ھ میں الجزائر اور مراکش فتح کیے ۲۸ھ میں قبرص صقلیہ اور جزیرہ روڈس فتح کیا گیا۔

۳۰ھ میں طبرستان فتح ہوا۔ طمین، طالقان، فاریاب، جوزجان، کوکویہ روشت، ناشرود، شردانہ، زرنج، مصر، طرابلس، تیونس، الجزائر اور مراکش فتح ہوئے۔

۳۲ھ میں مصر کے جنوب میں نوبہ کا ملک فتح ہوا۔ ۳۳ھ بحیرہ روم کے جزیرہ لاوا کو تسخیر کیا گیا۔ حکومت کے جو صیغے اور محکمے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قائم کیے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں برابر جاری رہے۔ ان میں زیادتی ہوئی اور مفتوحہ ملکوں سے وصول ہونے والا خرج دوگنا ہو گیا۔ آپ کے عہد خلافت مین بہت سے سڑکیں، مسجدیں، پل، فوجی چوکیاں قائم ہوئیں۔ سرایوں اور مہمان خانوں کا انتظام کیا گیا۔ جن میں مسافروں کے

آرام وآسائش اور کھانے پینے کا پورا انتظام تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں مسجد نبوی کو ازسرنو تعمیر فرمایا۔ ساری عمارت کی تعمیر میں پتھر استعمال ہوا مسجد کی توسیع کے لیے جن لوگوں کے مکانات لیے گئے تھے انہیں معاوضہ دیا گیا گھوڑوں اور اونٹوں کے لیے وسیع چراگاہوں اور سبزہ زاروں کا انتظام کیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

عبداللہ بن سبا یمن کا یہودی تھا۔ اس کی ماں کا نام سودا تھا اس وجہ سے اسے ابن سودا بھی کہتے تھے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان ہوا لیکن وہ شرپسند تھا دکھاوے کے طور پر مسلمان ہوا تھا وہ اسلامی شہروں میں گشت کرتا پھرتا تھا۔ مسلمانوں کو گمراہ کرنا اس کا مقصد تھا۔ اس نے اپنی مہم پوشیدہ طور پر حجاز سے شروع کی پھر بصرہ، کوفہ اور شام کو بھی اس میں شامل کرلیا لیکن کہیں بھی اس کی دال نہ گلی جب شام والوں نے اس کو نکال دیا تو وہ مصر پہنچا۔ اس کی جماعت کے لوگ تمام شہروں میں پھیل گئے تھے اور آپ میں خفیہ خط وکتابت کرتے تھے ان بدظن لوگوں کا ظاہر باطن یکساں نہ تھا یہ بظاہر تو اسلام کے خیرخواہ لیکن باطن میں اسلام کے دشمن تھے۔

شہادت:

مدینہ میں مصریوں کی آمد کے بعد پہلا جمعہ آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حسب معمول جمعہ کی نماز پڑھائی اور منبر پر کھڑے ہوکر تقریر فرمائی آپ نے فرمایا اے دشمنان خلیفۃ اللہ سے ڈرو۔ اہل مدینہ خوب جانتے ہیں کہ تم زبان رسول سے ملعون کہلائے گئے۔ ایکا ایکی تمام بلوائی ہنگامے کی صورت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اتنی سنگ باری کی کہ لوگ مسجد سے باہر نکلنے پر مجبور ہوگئے۔ ایک پتھر حضرت عثمان کو آکر لگا جس سے وہ بے ہوش ہوکر منبر پر گر پڑے۔ انہیں اسی حالت میں اٹھا کر ان کو گھر پہنچایا گیا۔ اس وحشت ناک صورت حال سے متاثر ہوکر اہل مدینہ سے سعد بن مالک، حضرت حسن بن علی، زید بن ثابت اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے بلوائیوں سے قتال کرنے کی اجازت چاہی مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ حضرت علی، طلحہ، زبیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عیادت کو آئے۔ بلوائیوں کی افسوسناک حال پر شکوہ کیا اور اور کچھ دیر بعد اپنے گھروں کو واپس ہوگئے۔ ابن عدیس نے محاصرین میں اعلان کیا کہ نہ کوئی شخص عثمان کے گھر داخل ہونے پائے اور نہ نکلنے پائے۔ مصریوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت امام حسن عبداللہ بن زبیر، محمد بن طلحہ، سعید بن عاص رضی اللہ عنہم اور حفاظت کرنے والے صحابہ کے دوسرے لڑکوں نے ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا دونوں طرف تلواریں نکل آئیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان صاحب زادوں کو روکا اور فرمایا تم یہاں میری حفاظت کے لیے جمع ہوئے ہو یا خون ریزی کرنے کے لیے؟ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ صحابہ میں سے ایک شخص نیاز بن عیاض اسلمی باغیوں کے ساتھ شریک تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم دی کہ تم ان لوگوں کے ساتھ شرکت نہ کرو ابھی یہ گفتگو ہورہی تھی کہ ایک شخص کثیر بن صلت کندی نے نیاز بن عیاض کو تیر مار کر ہلاک کردیا اس پر باغیوں نے حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ کثیر بن صلت کو ہمارے حوالے کردو۔ ہم اسے قتل کریں گے۔ حضرت عثمان نے فرمایا جو شخص میری مدد کررہا ہے اور مجھے قتل سے بچانے کی کوشش کررہا ہے۔ میں اسے کیسے تمہارے حوالے کردوں؟ یہ دیکھ کر باغیوں نے دروازے پر حملہ کردیا۔ لیکن دروازہ اندر سے بند تھا وہ اسے کھول نہ سکے۔ باغیوں نے دروازے کو آگ لگا دی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور سورہ طہ کی تلاوت میں مشغول تھے۔ بلوائی اردگرد کے مکانوں کو پھلانگ کر آپ کے گھر میں داخل ہوگئے۔

آپ اس وقت نماز سے فارغ ہوکر قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے۔ محمد بن ابوبکر آگے بڑے اور آپ کی ریش مبارک پکڑ کر کہا اے نعثل خدا تجھے ذلیل کرے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نعثل نہیں بلکہ عثمان بن عفان امیرالمومنین ہوں اے میرے بھتیجے اگر تیرا باپ اس وقت یہاں ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ (نعثل کا معنی بوڑھا کھوسٹ) ابن ہشام سے مروی ہے کہ محمد بن ابوبکر جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک چھوڑ کر چلے گئے تو سودان بن حمران، قتیرہ اور نمافقی آپ حملہ آور ہوئے۔ سودان بن حمران نے وار کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ اوندھی ہوگئیں اور تلوار کے وار تو اپنے ہاتھ پر لے لیا تو ان کی انگلیاں اڑ گئیں سودان پر غصے سے بیدتے ہوئے حضرت نائلہ کو لات مار کر پرے دھکیل دیا اور حضرت عثمان کو تلوار کی ضرب سے شہید کردیا حضرت عثمان کے ایک غلام نے سودان کی گردن اڑا دی۔ قتیرہ نے فوراً کود کر اس غلام کو قتل کردیا۔ یہ لوگ گھر سے باہر نکل ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان کے دوسرے نوکر نے قتیرہ کو بھی قتل کردیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۱۳ ذی

الحجہ ۳۵ھ مطابق ۱۲ جون ۶۵۶ء جمعہ کے روز شہید ہوئے۔ قرآن شریف کے جن الفاظ پر آپ کے خون کے قطرے گرے تھے وہ یہ ہیں۔

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم

اللہ جلد ہی ان سے نپٹ لے گا کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور سنتا ہے۔

قاتل آپ کو شہید کرنے کے بعد بیت المال کی طرف بھاگے اور تمام خزانے پر قبضہ کرلیا آپ کی لاش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی، شہادت کے وقت آپ کی عمر ۸۲ برس کی تھی آپ نے گیارہ برس گیارہ ماہ اور اٹھارہ دن خلافت کی۔

تدفین:

آپ جنت البقیع کے ایک حصے میں دفن ہوئے جس کا نام حش کوکب تھا جسے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید کر جنت البقیع کے قبرستان میں توسیع کی تھی۔ مغرب و عشاء کے درمیانی وقت میں آپ کو دفن کیا گیا۔ جبیر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ترکہ:

آپ کی شہادت کے دن خازن کی تحویل میں تیس کروڑ پچاس لاکھ درہم اور ایک لاکھ پچاس دینار تھے گویا ۸۰ لاکھ پونڈ سے زیادہ مالیت آپ نے چھوڑی یہ سب مال لوٹ لیا گیا۔ آپ نے مقام ربذہ میں ایک ہزار اونٹ چھوڑے صدقات کے اونٹ مراد نہیں خیبر اور وادی القریٰ میں اس کے علاوہ تھے جن کی مالیت کا اندازہ دس لاکھ دینار لگایا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی تھا شانے چوڑے سر کے بال گھنے اور داڑھی بھری اور لمبی قد درمیانہ۔

سیرت و کردار:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب کیساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اپنی ذات کے لیے بدلہ لینے کا خیال اور انتقام کا جذبہ ان میں بالکل نہ تھا۔ فسادات کے ایام میں بارہا اس کا تجربہ ہوا نہ ترش رو تھے نہ سخت گیر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لائق اعتماد سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ نرم اخلاق حیا و شرم حسن معاشرت اور مسلمانوں کی مالی اعانت کی وجہ سے ان کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے تھے حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت علی اور بقیہ عشرہ مبشرہ کی طرح انہیں بھی جنتی ہونے کی خوشخبری دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کاتب وحی بھی تھے:

آن نور حیا کہ نام او عثمان بود
از باغ شہاد تش گل ایماں بود
ہر قطرہ خوں کہ ریخت از پیکر او
عنوان آرائے آیہ قرآن بود

شاہ علی کبیر متوفی ۱۲۸۴ھ فرماتے ہیں کہ:

عثماں کہ ملقب شدہ باذوالنورین
عقدش کردہ نبی بدو نور العین
بود او کامل حیا و ایمان
باشد بہ نبی رفیق بازینت و زین

سُبحانہ وتعالیٰ

پیر طریقت رہبر شریعت سید نور الحسن شاہ نقشبندی بخاری مجددی

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

تحریر
حافظ محمد وسیم اکرم نقشبندی
راہنما مرکزی جماعت اہلسنت دولتالہ گوجرخان

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کا نور اُن صوفیائے کرام کی تبلیغی جدو جہد کا ثمر ہے جنہوں نے ہر سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کو مدنظر رکھا ان صوفیا میں ایک نام فخر السادات، شمس العارفین، ساقی میکدہ حضرت مجدد الف ثانی، مراد اعلیٰ حضرت شیر ربانی، حضرت پیر سید نور الحسن شاہ بخاری نقشبندی مجددی کا بھی ہے جنہوں نے علم و عمل کی تاثیر سے بیشار گمراہوں کو راہ حق پر گامزن کر دیا ارض پاک کے مشہور صنعتی شہر گوجرانوالہ سے تقریباً ۲۵ میل مغرب میں حضرت کیلیانوالہ شریف کے نام سے ایک قصبہ اہل یقین کی عقیدت کا مرکز بنا ہوا ہے اس قصبے کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں سلطان الاولیا پیر سید نور الحسن شاہ بخاری نقشبندی مجددی جیسی ہستی مرجع خلائق ہیں حضرت کیلیانوالہ شریف میں مختلف ادوار میں کئی بزرگان دین نے جنم لیا لیکن اس قصبے کو اصل شہرت آپ کے علمی کارناموں اور روحانی و نظریاتی سربلندی کی بدولت حاصل ہوئی آج یہ قصبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اسی فرزند کی بدولت وطن عزیز میں عزت و توقیر کا مظہر ہے آپ کے مزار شریف کا سفید گنبد اور اس کے چاروں طرف کھجوروں کے جھنڈ کو ایک نظر دیکھ کر حاضری دینے والوں کو قلبی سکون ملتا ہے۔

ولادت:

حضرت پیر سید نور الحسن شاہ بخاری بروز بدھ بمطابق ۳۰ جنوری ۱۸۸۹ کو اس عالم شہود پر جلوہ افروز ہوئے آپ حسین و جمیل اور ہونہار تھے پیشانی مبارک میں نورِ ولایت کی خاص چمک تھی آپ کا نام ایک بزرگ سید قربان علی شاہ صاحب کے فرمان کے مطابق (نور الحسن) رکھا گیا۔

سلسلہ نسب:

آپ کا تعلق سادات کے معروف خانوادے "بخاری" سے تھا آپ کے والد گرامی سید غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی، عابد اور خدا شناس بزرگ تھے آپ کا سلسلہ بیعت حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا آپ کے دادا جان سید حیات علی شاہ بخاری اور آپ کے چچا حافظ سید غلام مصطفیٰ بخاری بہت بڑے عالم دین اور بزرگ شخصیت تھے آپ کے نانا سید عمر شاہ صاحب کامل ولی اللہ اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے پیر سید نور الحسن شاہ بخاری کا سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے سرکار مدینہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔

مسلک:

آپ کے زمانہ میں ہی سادات خاندان کے بہت سے افراد مذہب شیعہ اختیار کر لیا چنانچہ بچپن میں آپ کو بھی اس کا اثر پہنچا لیکن آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں بھی ہم نے برخلاف عوام شیعہ کے نماز روزہ سے تغافل نہ کیا آپ کی آواز میں سوز و گداز تھا جب آپ مرثیہ خوانی اور نعت خوانی کرتے تو عجیب کیف و سرور پیدا ہوتا اور آپ پر اور سامعین پر ایسا سوز طاری ہوتا کہ سننے والے دم بخود ہو کر وجد میں آجاتے اور آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری سے پہلا شرف ملاقات

ایک مرتبہ آپ اپنے برادر اکبر سید حسین شاہ بخاری کے ہمراہ زمین کے تبادلہ کے سلسلہ میں حضرت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کی بارگاہ میں حاضری دی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سید حسین شاہ بخاری سے فرمایا کہ ان کا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا "نورالحسن" میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "حسن کا نور بنا دوں"۔ حضرت نورالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے میں کبھی کسی بڑے آفیسر سے مرغوب نہ ہوا تھا لیکن اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی توجہ فرمائی کہ میں بول بھی نہ سکا پھر میاں صاحب نے فرمایا زمین کے مربعوں کے تبادلے کی اتنی ضرورت نہیں اگر تم چاہو تو تمہاری قسمت کا تبادلہ بھی کر دیتے ہیں گھر آ کر سارا واقعہ آپ کے بھائی نے والدہ ماجدہ کو سنایا تو والدہ ماجدہ نے فرمایا آپ نے ہاں کیوں نہیں کی تو ادب سے عرض کی آپ میرے مرشد پاک ہیں پھر والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر دوبارہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا شاہ جی کیسے آئے ہو؟ عرض کی والدہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجام کو بلا کر آپ کی لبوں کو سنت مطہرہ کے مطابق بنانے کا حکم فرمایا حجام نے سنت کے مطابق کر دی تو اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شاہ جی ہم نے تمہارے دل کی صفائی کر دی ہے اس کے بعد آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا۔

خلافت:

آپ سے پیرومرشد کا روحانی تعلق اس قدر بڑھتا گیا کہ آپ مہینوں شرق پور شریف میں رہنے لگے مرشد پاک سے اپنے آپ کو دور گوارہ نہ کرتے اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری سفر (کشمیر) کے وقت آپ بھی ہمراہ تھے جب آپ کی اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر طرح ظاہری و باطنی تربیت کی تو ایک روز اجازت خلافت عطا فرما دی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھنے کی تاکید کی۔

تصانیف:

آپ اپنے دور کے عظیم روحانی پیشوا تھے آپ نے اپنے علمی کمالات کا نچوڑ ایک ایمان افروز تصنیف "الانسان فی القرآن" تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کے بعد آپ کی دو اور کتب "حکایات الصالحین" اور "مرأة المتقین" اپنے دست مبارک سے لکھ کر اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیں اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے برق توحیدی سے آپ کو جلد ہی علم لدنی سے مالا مال کر کے علامہ، مولانا شاہ صاحب اور علامۃ الدھر کے خطابوں سے نوازا۔

دو قومی نظریہ کے حامی:

آپ دو قومی نظریے کے زبردست حامی اور مؤید تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کانگریسی اور احراری لیڈروں کے مسموم اثرات کے ازالے کے لیے کوشاں تھے چنانچہ ایک مرتبہ مشہور احراری لیڈر ملک لعل خان سے دوران گفتگو فرمایا فرمان الٰہی ہے (حقیقت میں تمہارے دوست اللہ تعالیٰ، رسول پاک ﷺ اور ایمان والے بندگان خدا ہیں) القرآن۔ ایک مسلمان کے لیے تو یہی پیشوا اور راہنما ہیں اب ان کے سوا آپ کو گاندھی اور نہرو کا فرمان واجب العمل ہوگا جو سوائے جہنم کے ہمیں کسی راستے پر نہیں لے جا سکتے۔

معمولات:

آپ کی زندگی عبادت و ریاضت میں بسر ہوئی مریدوں اور عقیدت مندوں کو بھی شریعت محمدی ﷺ کی تلقین فرماتے آپ مکان شریف اور شرق پور شریف سے فارغ ہو کر لاہور تشریف لاتے اور حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے آپ ۲۵ سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پھر اسی وقت سے نصف شب کے بعد بیدار ہو جاتے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا فرماتے اور پھر تہجد کی نماز ادا فرما کر تین ہزار مرتبہ درود خضری پڑھتے (صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ و بارک وسلم) یہ آپ کا محبوب ترین وظیفہ تھا۔

لباس مبارک:

آپ ہمیشہ سادہ لباس پہنتے فاخرہ لباس سے اجتناب کرتے باریک سوا پانچ گز ململ کی سفید دستار اور سفید کپڑے کی ٹوپی، کلہ، جمعہ اور عیدین یا شرق پور شریف یا مکان شریف کے عرس پر پہنتے ورنہ سفر و حضر میں پانچ کنگروں والی سفید ٹوپی اور دو گز لمبا رومال جو آسمانی رنگ کا باریک لکیر دار ہوتا اوپر پہنتے تھے کرتا طرپزوں والا جس کے بازو کھلے ہوتے تھے سفید اور زانوں تک لمبا ہوتا تھا تہبند سفید لٹھے کا ہوتا جمعہ کے دن سفید جبہ زیب تن فرماتے سردیوں میں بند گلے والی واسکٹ استعمال کرتے جوتا ہمیشہ دیسی استعمال کرتے جوتا پہننے سے قبل دو رکعت نفل ادا فرماتے۔

کشف و کرامت:

حضرت سیّد نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی بیسیوں کرامات مشہور ہیں۔ کتاب ''انشراح الصدور بتذکرۃ النور'' ۵۰۰ صفحات پر آپ کے ارشادات اور کرامات سے بھری پڑی ہے۔ مگر سب سے بڑی کرامت آپ کی یہ تھی کہ آپ نے اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری کے مشن کو زندہ رکھا۔ عقیدت مندوں کو سنت مصطفوی ﷺ کے سانچے میں ڈھالنے اور انہیں شریعت نبوی ﷺ کے روشن اصولوں کا پابند بنا کر منزل مقصود تک پہنچانا حافظ الحدیث سیّد جلال الدین شاہ صاحب آستانہ عالیہ بھکی شریف آپ کے مریدین میں سے ہیں۔

شادی مبارک:

آپ کی شادی مبارک موضع بدوریتہ ضلع گوجرانوالہ کے سیّد خاندان میں اعلیٰ حضرت کے وصال مبارک کے ایک سال بعد ہوئی۔ اُس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔

اولاد: حضور کی صلبی اولاد کل چار نفوس ہوئی۔ 1۔ خوشبوئے مدینہ، مقبول بارگاہ رسول ﷺ سیّد محمد باقر علی شاہ بخاری نقشبندی بڑے صاحبزادے اور آج کل سجادہ نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تا دیر سلامت رکھے۔ آمین آپ دور حاضر کے عظیم پیشوا اور آستانہ عالیہ سے وابستہ لاکھوں خادموں کے دلوں کی دھڑکن ہیں۔ آپ اپنے روحانی مقام اور مرتبہ کی وجہ سے مشائخ کی محفل میں سرتاج الاولیاء اور قبلہ عالم کے القابات سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ سیّد نورالحسن شاہ صاحب کی عملی تصویر ہیں۔ آپ کی مجلس میں چند لمحے گزار کر قلبی سکون اور ایمان کی تازگی ملتی ہے۔ عصر حاضر کے بڑے بڑے علماء جو مشرق اور مغرب میں اشاعت دین اور ترویج سنت مصطفیٰ ﷺ کے لیے مصروف عمل ہیں۔ آپ ہی کے خدام میں شامل ہیں۔ تصوف، طریقت، شریعت، فقہ اور ذات مصطفیٰ ﷺ علم مصطفیٰ ﷺ سیرت مصطفیٰ ﷺ پر بیشمار کتب آپ ہی کے فرمان پر لکھی گئی ہیں۔ خصوصاً فخرِ اہل سنت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد علی نقشبندی (مرحوم) کا آپ کے حکم سے عصر حاضر میں بدعقیدگی کے سیلاب کو روکنے کے لیے تحفہ جعفریہ کی متعدد جلدیں، میزان الکتب، سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عقائد اہل سنت، عقائد شیعہ وغیرہ وغیرہ جیسی ضخیم جلدیں تحریر فرمانا آپ کی علم دوستی، دینی وابستگی اور مذہب حق اہلسنت وجماعت کے تحفظ واشاعت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور جتنا کام عقائد اہل سنت کے لیے آپ نے کیا ہے اس کی مثال بہت کم ملتی ہے

۔ اس دور کے اندر اگر حضرت کیلیانوالہ شریف کے فیضان کی ایک جھلک دیکھنی ہے تو حسبی ونسبی سادات خانوادے کے چشم و چراغ، عظیم علمی و روحانی شخصیت حافظ الحدیث سیّد جلال الدین شاہ مشہدی، موسوی، کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے چشم و چراغ، قائد اہلسنت حضرت امام الشاہ احمد نورانی کے زیر سایہ مدینۃ الاولیاء ملتان شریف میں عوام اہلسنت کے ملک گیر اجتماع میں تشکیل پانے والی ۱۷ کروڑ پاکستانیوں کی نمائندہ مذہبی جماعت مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ ممتاز عالم دین انتہائی وضع دار اور بارعب شخصیت کے مالک، بدمذہب، بدعقیدہ لوگوں اور روافض وخوارج کے خلاف ننگی تلوار ہیں۔ ان کا نام شیر اسلام حضرت پیر سیّد محمد عرفان شاہ مشہدی موسوی مدظلہ العالی ہیں۔ آپ کو پیر سیّد باقر علی شاہ صاحب سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت و خلافت ملی۔ سیّد باقر علی شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے پیر طریقت حضرت صاحبزادہ سیّد عظمت علی شاہ بخاری ہیں۔ خدام آپ کو ''چن جی سرکار'' کہتے ہیں۔ آپ اُن کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ حضرت سیّد نورالحسن شاہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے کا نام سیّد جعفر علی شاہ بخاری ہے جو ۱۹۹۰ء میں وصال فرما گئے۔ سیّدہ ثریا کا وصال بھی بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

سیّدہ بلقیس خاتون سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔

وصال: آپ کا وصال شریف ۱۲ نومبر ۱۹۵۲ء بمطابق ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۷۲ھ میں ہوا۔ آپ نے اپنے شیخ کامل کے ظاہری اور باطنی اتباع میں فنافی الشیخ کا حقیقی نمونہ عوام و خواص کے سامنے اس شان سے پیش کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ کامل کی تاریخ وصال، عمر اور وقت وصال میں ایک سیکنڈ کا فرق بھی رونما نہ ہوا۔ آپ پوری طرح اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مطابقت رکھتے۔ اسی لیے حضرت میاں صاحب شرقپوری فرماتے تھے۔ جس نے مجھے دیکھنا ہو وہ نورالحسن کو دیکھ آئے۔ آپ کی نماز جنازہ میں غوث وقت پیر کرمانوالے، میاں ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری بھی حاضر تھے۔ مگر باعث ادب امام حضرت سیّد محفوظ حسین شاہ صاحب سجادہ نشین مکان شریف نے آپ کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ حضرت سیّد نورالحسن شاہ صاحب بخاری کا سالانہ عرس پاک ۲۲، ۲۳ نومبر آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں حضور قبلہ عالم پیر سیّد محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری کی زیر نگرانی میں منعقد ہوتا ہے۔ عرس کی تقریب میں ملک کے دور دراز علاقوں سے ہزاروں عقیدت مند اور کثرت سے علماء و مشائخ شرکت کرتے ہیں۔ آپ کا مزار شریف بلاشبہ مرجع خواص وعام ہے۔

شہید اہل سنت علامہ محمد عامر ندیم شہید

سربراہ بزم رضا پاکستان و جنرل سیکرٹری مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان ڈویژن راولپنڈی کی

مذہبی و مسلکی خدمات

از ترجمان فکر رضا علامہ
محمد شفیق قادری

نظام حیات میں ہر لمحہ عروج و زوال کے انقلابی دائرے سمٹتے اور پھیلتے رہتے ہیں۔۔۔ مظاہر فطرت کی تو عانوگی ہر لحظہ جس حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لیے بے تاب رہتی ہے ذرے جو نا قابل شکست و ریخت سمجھے جایا کرتے تھے ان کا کلیجہ پھٹ کر طاقت اور قوت کے سربستہ رازوں کو منکشف کر رہا ہے۔ نت نئی سے نئی حقیقتیں کھل رہی ہیں ظلمتوں کی کون کون روشنیاں دوموں کی تہہ میں کھب رہی ہیں کوئی نکتہ ایسا نہیں جسے رازداروں کہا جا سکے کوئی زاویہ ایسا نہیں جس میں جھانکا نہ جا سکے کوئی موقع ایسا نہیں جس کی جستجو ممکن نہ ہو اور کوئی افق ایسا نہیں، جس کے تغیر پذیر رنگوں سے پیغام نہ لیا جا سکے۔ ظاہر باطن ہو رہے ہیں اور باطن ظاہر کا روپ دھار رہے ہیں اول، آخر کو پانے کی فکر میں اور آخر، اول کی دہلیز پر سجدہ زن ہو رہا ہے۔ ایسے میں کبھی کبھی کوئی ذات اگر پردہ در پردہ حجاب در حجاب پیچیدگیوں میں گم نظر آتی ہے تو وہ محض حضرت انسان ہے جسے خالق ارض و سماء نے اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب فرمایا اور یہ انسان جب اپنی خواہشات کو، جان و دل، ہوش، خرد سب کو خاتم الانبیاء ﷺ کے لائے ہوئے دین کے تابع کر دیتا ہے تو اس پیکر عشق کی ذات سے رحمتوں کے سوتے پھوٹتے ہیں اسی حضرت انسان جو کہ کلی ہے کہ ایک نادر فرد مجاہد اہل سنت قاطع رافضیت و خارجیت داعی فکر رضا۔۔۔۔ علامہ محمد عامر ندیم چشتی ہیں جنہیں اس مملکت خداداد پاکستان کے سبز پرچم کے چاند ستارے کا نور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

نام و نسب:

مولانا محمد عامر ندیم بن گل محمد ضلع چکوال کی تحصیل تلہ گنگ کے ایک گاؤں جسیال میں ۱۵ مارچ ۱۹۷۴ء کو پیدا ہوئے آپ "اعوان" خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ یہ وہی خاندان ہے جو سلسلہ بہ سلسلہ اور کڑی بہ کڑی سیدنا محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے جا کر حضور مولا کائنات سیدنا علی المرتضیٰ مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور علامہ عامر ندیم کے جوش و جذبہ اور کام کی نوعیت کو دیکھ کر ہر ذی شعور اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آتا ہے کہ ایسا ولولہ اور جذبہ دل میں سما کر کام کرنا اسی شخص کا کام ہے جس کی رگوں میں حیدر کرار کا خون گروش کر رہا ہو۔

تعلیم و تربیت:

مولانا عامر ندیم نے ناظرہ قرآن اپنے گاؤں میں ہی پڑھا بعد ازاں آپ حفظ القرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لیے اپنے علاقہ کی مشہور و معروف قدیم دینی درسگاہ میں تشریف لے گئے جہاں پر آپ نے محنتی اور مشفق اساتذہ کی زیر نگرانی حفظ قرآن کی تکمیل کی۔

جب آپ قرآن کریم یاد کر چکے تو "اطلب العلم ولو بالصین" پر عمل پیرا ہوتے ہوئے علم دین کے یہ متلاشی اہل سنت کی عظیم دینی درس گاہ جامع اکبریہ میانوالی میں درس نظامی کے حصول کے لیے تشریف لے گئے۔ بعد ازاں آپ کسی مجبوری کی بنا پر راولپنڈی آ گئے اور جامع اسرار العلوم راولپنڈی میں تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھا اور دورہ حدیث شریف کے لیے غزالی زمان شیخ القرآن والحدیث علامہ پیر سید محمد زبیر شاہ صاحب کے پاس جامع اسلامیہ غوثیہ چکوال کا رخ کیا اور علم و عرفان کے اس افتاب سے اپنے علم کی پیاس بجھاتے ہوئے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

مسلکی خدمات:

تحصیل علم کے بعد آپ نے جونہی عملی زندگی میں قدم رکھا تو اپنی زندگی کے شب و روز مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کر دیے۔ ابتدا آپ نے راولپنڈی کی مختلف مساجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیے اور لوگوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح احوال پر خصوصی توجہ دی اور کئی نوجوانوں کو راہ مستقیم پر گامزن کر کے فکر رضا کا علم ہاتھ میں تھمایا۔

محدث اعظم کے شہر میں:

شہید اہل سنت راولپنڈی میں کچھ عرصہ ترویج واشاعت اسلام کے لیے کام کرنے کے بعد محدث اعظم پاکستان کے شہر فیصل آباد تشریف لے گئے اور وہاں جا کر صبح وشام اور دن، رات دین کی سربلندی کا کام کرتے رہے۔اور بزرگوں کے ساتھ محبت وعقیدت اور ادب واحترام کا حال یہ تھا کہ جب تک فیصل آباد میں مقیم رہے ہر روز بلاناغہ حضور محدث اعظم کے مزار پر حاضری دیتے اور وہاں سے فیض رضا کے جام لیتے اور لمحہ بہ لمحہ فکر رضا پر پختہ سے پختہ ہوتے جاتے ہیں۔

راولپنڈی میں دوبارہ آمد:

علامہ محمد عامر ندیم شہید چند سال فیصل آباد میں کام کرنے کے بعد واپس راولپنڈی تشریف لے آئے، اور یہاں آ کر "بزم رضا پاکستان" کے نام سے قائم کردہ تنظیم کی آٹھ سال تک سرپرستی فرماتے رہے۔ بزم رضا پاکستان کی شہرت وعروج اور چاردانگ عالم میں اس کا نام وکام پہنچانے اور اسے چار چاند لگانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔

اگر آپ کی زندگی پر نگاہ ڈالی جائے تو شہید اہل سنت کی زندگی کا ہر لمحہ اہل سنت کے پیغام عظیم کے ابلاغ اور فکر امام احمد رضا کی آبیاری کے لیے گزرتا تھا۔ اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں بالخصوص نوجوان نسل کو فکر رضا پر چلانے کی جدوجہد فرمائی۔آپ نے اپنی زندگی کا مقصد اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور گلی گلی عشق رسول کی شمع کو فروزاں کرنا اور گھر گھر میں فکر رضا کا پرچم لہرانا تھا۔جسکی دلیل یہ ہے کہ آپ پورے سال کے اہم ایام جیسے عید میلاد النبی ﷺ ایام وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین کے اعراس پر بالخصوص یوم رضا کے موقع پر محافل کا خصوصی انتظام کرتے تھے۔اور محرم الحرام کے ماہ مقدس میں دس روزہ محافل ذکر امام حسین اور ربیع الاول میں بارہ روزہ محافل میلاد النبی کا اہتمام کرنا آپ کا شوق ہوا کرتا تھا۔

مساجد کی تعمیر اور مسلکی غیرت:

اہل سنت کی مساجد کی انتظامیہ کی خستہ حالی دور حاضر میں کسی سے مخفی نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر آئے دن بدمذاہب اہل سنت کی مساجد پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں تو اس طوفان بدتمیزی کو روکنے کے لیے بھی آپ نے بڑی محنت ومشقت سے کام لیا اور کئی مسجدیں بدمذاہب سے لیکر واپس آئمہ اہل سنت کے حوالے کیں۔اور جامع مسجد عباسیہ ڈبل روڈ راولپنڈی اور جامع مسجد گنبد خضریٰ ڈھوک رتہ راولپنڈی کی تعمیر میں آپ نے ذاتی طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنا کردار ادا کیا اور یہ مساجد آج بھی آپ کے اخلاص نیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اور پیرودھائی کے علاقہ میں قبرستان کے قریب جامع مسجد صدیق اکبر میں آپ عرصہ دراز تک کام کرتے رہے اور یہاں آپ نے ایک مدرسہ کا قیام بھی فرمایا جو کہ "جامعہ صدیق اکبر" کے نام سے آج بھی قائم ودائم ہے شعبہ حفظ القرآن اور شعبہ درس نظامی کے تقریباً پچاس کے قریب طلباء وہاں زیر تعلیم ہیں۔اور اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لیے شب وروز کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام طلباء کو علم نافع کی دولت سے نوازے اور اپنی امن امان میں رکھے اور اس جامع کو علامہ عامر ندیم شہید کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔

اور یہاں اس بات کا ذکر بے جانہ ہوگا کہ آپ ہر حال میں بڑی سختی کے ساتھ مسلک اہل سنت پر کاربند رہنے والے تھے اور بکنے اور جھکنے والے نہیں تھے۔ جامع مسجد صدیق اکبر کے قریب تقریباً سو گز کے فاصلہ پر دیوبندیوں نے جگہ لے کر اہل سنت کے مقابلے میں مسجد بنانی چاہی تو آپ نے بزم رضا کے پلیٹ فارم سے اس مسجد کی تعمیر رکوا دی دیوبندیوں کے ساتھ راولپنڈی کے بڑے بڑے سیاسیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن فکر رضا کے علمبردار علامہ محمد عامر ندیم شہید نے انہیں اس ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا۔بالآخر تنگ آ کر دیوبندیوں نے آپکو کہا کہ ہم آپ کو پانچ لاکھ روپیہ دیتے ہیں آپ صرف اتنی بات لکھ دیں کہ ہمیں اس مسجد کے بننے پر کوئی اعتراض نہیں ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ تم پانچ لاکھ کی بات کرتے ہو اگر پانچ کروڑ بھی دو بلکہ اگر میری جان بھی لے لو تو میں اپنے مسلک کے بارے میں سودا بازی نہیں کر سکتا کیونکہ امام اہل سنت کا پیغام یہ ہے:

کروں مدح اہل دول رضا
پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا
میرا دین پارہ ناں نہیں

اگر کسی نے دیکھنا ہو تو وہ آج بھی دیکھ سکتا ہے کہ بد مذہبوں کا منصوبہ آج بھی دھرے کا دھرا ہوا وہاں ہی خاک مل گیا

آپ کے اسی دینی اخلاص اور نیک نیتی کی بنا پر قائد اہل سنت حجۃ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان نے آپ کو جون ۲۰۰۸ء میں مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کا پاکیزہ پیغام پورے ڈویژن کے ہر خاص و عام تک پہچانے کیلئے مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان راولپنڈی ڈویژن کا جنرل سیکرٹری مقرر فرمایا جس کے نتیجے میں آپ نے اس کی تنظیم سازی کے لئے خصوصی کاوش فرمائی۔

آپ نے ۲۰۰۷ء میں عظیم الشان کانفرنس دارلعلوم احسن المدارس باغ سرداراں راولپنڈی میں منعقد کی جس میں قائد اہل سنت علامہ پیر سید عرفان شاہ صاحب مشہدی کے عقیدہ اہل سنت کے ساتھ ساتھ عوام اہل سنت جو کہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ یہ عہد لیا کہ این اے حلقہ ۵۵ راولپنڈی میں ایک بدعقیدہ جو ہر الیکشن میں قومی اسمبلی کا ہر الیکشن جیت کر بدمذہب لوگوں کی ترجمانی کرتا ہے۔ اسکو کوئی ووٹ نہیں دی جائے اس کانفرنس میں لیے گئے عہد کا یہ اثر ہوا کے تین مرتبہ اس حلقہ کے الیکشن میں وہ شخص اقتدار تک بھی نہ پہنچ سکا۔ اور اس کو منہ کی کھانی پڑی۔

۲۰۰۸ء میں آپ تاجدار بریلی کانفرنس ڈھوک حسو راولپنڈی کے گراؤنڈ میں منعقد کی جس میں عوام الناس کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی جس کانفرنس کے روحانی اور وجدانی مناظر آج تک عشاق کی آنکھ میں بسے ہوئے ہیں اس کے علاوہ ۲۰۰۹ء میں حق چار یار کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں قائد اہل سنت پیر سید عرفان شاہ صاحب مشہدی کا فکر انگیز اور تاریخی خطاب ہوا اور اپنے قائد فکر احمد رضا کے مشن کے ساتھ وفا کا یہ انداز تھا کہ ۲۸ نومبر ۲۰۱۰ء کو رکھی گئی۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی یاد میں کانفرنس کی تیاریوں کے سلسلہ میں مصروف عمل تھے۔ ۵ نومبر بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ پڑھنے کے بعد آتے ہوئے شدید حادثہ کی وجہ سے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے مرحوم کے دو بیٹے حماد احمد رضا اور حسان احمد رضا باپ کے سائے رحمت سے محروم ہو گئے۔

آپ کے نماز جنازہ میں تمام تنظیمات اہل سنت کے نمائندہ گان اور سینکڑوں عاشقان مصطفیٰ شریک ہوئے۔ اور قائد اہل سنت پیر سید عرفان شاہ صاحب مشہدی نے جنازہ پڑھایا۔ قائد اہل سنت نے شہید اہل سنت علامہ عامر ندیم شہید کے لئے اس موقع پر ان الفاظ سے اظہار محبت فرمایا:

عامر ندیم تھا وہ ندیم رضا بھی تھا
اسے دربار مصطفیٰ سے جذبہ وفا بھی تھا
الفت میں چار یار کی شوق فنا بھی تھا
عرفان وہ قبول آل عبا بھی تھا

تعزیتی خبر

نیوکاسل UK برطانیہ میں سجاد حسین عرفانی کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئیں جن کی نماز جنازہ اور امور تدفین کو پایہ تکمیل تک پہچانے کیلئے سجاد حسین عرفانی پاکستان روانہ ہوئے بوقت روانگی

حجۃ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی

نے ان سے تعزیت کی اور ان کی والدہ کیلئے دعائے مغفرت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سجاد حسین عرفانی کی والدہ محترمہ کی بخشش فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

اظہار تعزیت

منڈی سکھے کی میں چوہدری لیاقت عباس بھٹی انتقال فرما گئے جن کی ساری زندگی دین اسلام کی ترویج واشاعت میں گزری خصوصاً مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کے لئے ان کی خدمات کو کسی صورت میں بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حجۃ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی

نے ان کی خدمات پر ان کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کے جملہ متعلقین سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے ان کی بلندی درجات کیلئے دعا بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

نمبر شمار ....

فارم رکنیت

مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان

مرکزی دفتر مین بازار حضور داتا گنج بخش ؒ لاہور

محترم جناب امیر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان ....

میں نے مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے اغراض و مقاصد کا بغور مطالعہ کرلیا ہے مجھے ان سے مکمل اتفاق ہے۔ جماعت کے دستور پالیسیوں اور فیصلوں کی پابندی کا عہد کرتے ہوئے درخواست گزار ہوں کہ مجھے حسب ضابطہ جماعت کارکن بنایا جائے۔ میرے کوائف حسب ذیل ہیں۔

شناختی کارڈ نمبر ☐☐☐☐☐ - ☐☐☐☐☐☐☐ - ☐

نام .... ولدیت ....

تاریخ پیدائش .... تعلیم .... پیشہ ....

مستقل پتہ ....

موجودہ پتہ ....

فون نمبر .... تاریخ ....

دستخط ....

تصدیق مقامی امیر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان ....

دستخط ....

تصدیق ضلعی امیر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان ....

دستخط ....

اغراض و مقاصد

۱۔ بعثت رسالت ﷺ کے بلند تر مقاصد تلاوت قرآن تعلیم کتاب وحکمت تزکیہ نفوس کا اہتمام کرنا۔

۲۔ اسلام کا آفاقی پیغام شستہ اور احسن انداز میں بنی نوع انسان تک پہنچانا۔

۳۔ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے ذہن سازی کرنا۔

۴۔ بدعقیدگی اور الحاد کے طوفانوں میں مسلم امہ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا۔

۵۔ ہر قسم کے نسلی ولسانی اور علاقائی تعصبات کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ معاشرتی برائیوں اور غیر اسلامی رسوم کے خلاف صف آراء ہونا۔

۶۔ صوفیاء کے پیغام امن کو آگے بڑھاتے ہوئے عوام وخواص کی روحانی تربیت کی کوشش کرنا۔

۷۔ سواد اعظم (اہلسنت وجماعت) کے مسلک کے فروغ کے لیے جہد مسلسل کرنا۔

۸۔ غلبہ اسلام کے لیے امت مسلمہ میں جہادی روح پیدا کرنا۔

۹۔ حقوق اہلسنت کے تحفظ اور سنی کاز کی تقویت کے لیے جرات مندانہ کردار ادا کرنا۔

۱۰۔ خلق خدا کی خدمت کی غرض سے رفاہی اور سماجی کاموں میں خصوصی دلچسپی لینا۔

۱۱۔ امر بالمعروف اور نہی المنکر کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرنا۔

۱۲۔ سنی مساجد اور مدارس کی اصلاح کے لیے کام کرنا نیز اوقاف کے زیر انتظام سنی مساجد ومدارس میں مذاہب باطلہ کی مداخلت کو روکنا۔

۱۳۔ خانقاہی نظام اور مدارس عربیہ کے نظام کے درمیان حائل خلیج کو ختم کرنا اور انہیں رسم شبیری کی ادائیگی کے وقت اور ضرورت کا احساس دلانا۔

۱۴۔ میلاد شریف، معراج شریف، ایام خلفاء راشدین، محافل ذکر اہلبیتؓ وصحابہ کرامؓ اور فروغ نعرہ تحقیق حق چار یارؓ، اور عظمت حضرت امیر معاویہؓ واعراس بزرگان دین ایسی تقریبات کا اہتمام کرنا اور انہیں زیادہ سے زیادہ موثر اور با مقصد بنانا۔

۱۵۔ صحت مند لٹریچر کو یقینی بنانا اور اسے منظم انداز میں تقسیم کرنا۔

۱۶۔ دنیا بھر کے اطراف واکناف میں بسنے والے اہلسنت سے روابط قائم کرنا اور سنی برادری کو فروغ دینا۔

۱۷۔ اولیاء کے فیضان پاکستان کی نظریاتی اساس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ جذبہ حب الوطنی سے اس کی خوش حالی کے لیے کام کرنا۔

۱۸۔ ہر شعبہ زندگی میں موجود سنی حضرات کو تنظیمی اور تحریکی مزاج میں ڈھالنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا۔

نا اہلیت

کارکن یا رکن نا اہل ہو جائے گا۔

★ مرکزی جماعت اہلسنت کی سرگرمیوں میں دلچسپی ترک کردے گا۔

★ دین اسلام یا عقائد اہلسنت سے انحراف کرے گا۔

★ مرکزی جماعت اہلسنت کے اغراض ومقاصد سے متصادم کسی تنظیم یا ادارے میں شمولیت اختیار کرے گا۔

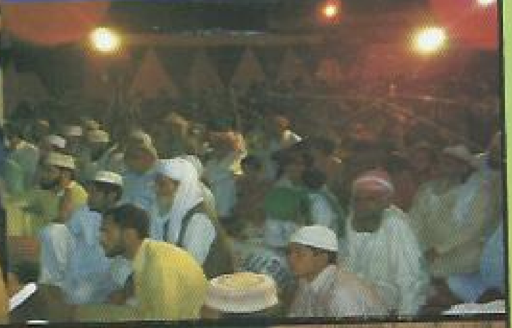

چکوال بشارت میں قائد اہل سنت
یارسول اللہ کانفرنس کے شرکاء سے مخاطب ہیں

قائد تحریک فکر رضا علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی، علامہ پیر محمد رمضان محقق نوری
کے عرس کے موقع پر دار العلوم غوثیہ نوریہ جوڑیاں کلاں میں سامعین سے مخاطب ہیں

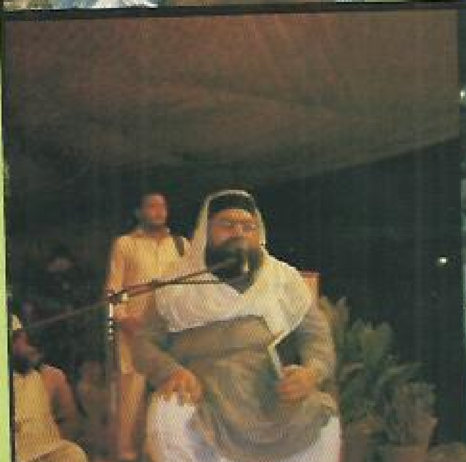

پاسبان مسلک رضا پیر سید محمد عرفان مشہدی عرس پیر قبلہ حاجی فیض آباد چک تاندلیانوالہ
ضلع فیصل آباد کی خصوصی نشست میں شرکاء عرس سے خطاب فرماتے ہوئے

سنی جمعیت عوام برطانیہ کے زیر اہتمام بیڈ واٹیک دار العرفان غوثیہ میں
دوسری سالانہ حق چاریار کانفرنس سے حجۃ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی خطاب فرماتے ہوئے

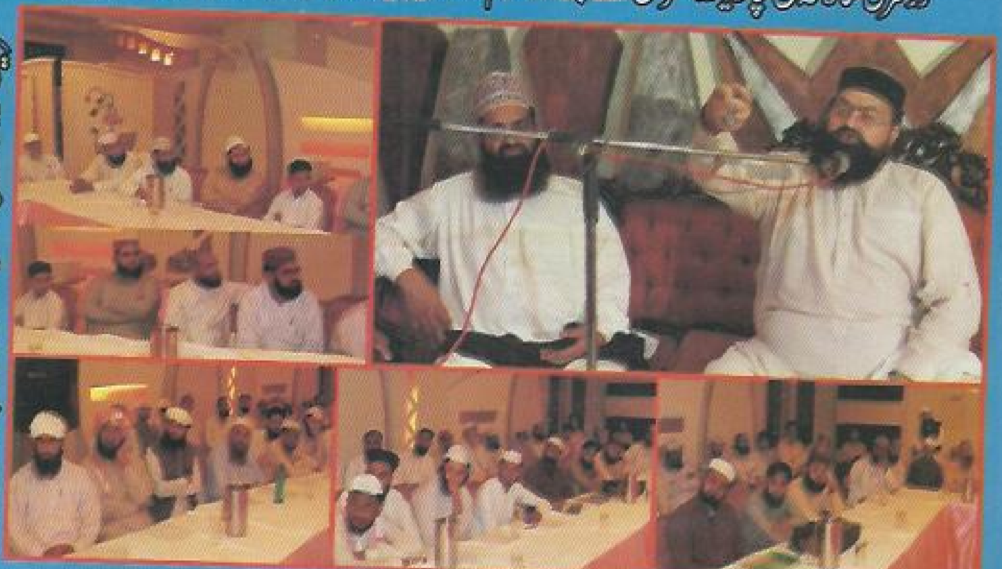

مرحبا شادی ہال گرین ٹاؤن لاہور میں حجۃ الاسلام
تحریک فکر رضا کے کارنر میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے